ایران نوین

iran-e-novin

ماہنامہ ایران نوین • شمارہ پندرہ • اگست ۲۰۱۶ء

خصوصی نمبر
حضرت امام رضا(ع) (۲)

امام رضا علیہ السلام کے عمل میں ثقافتی امور کا اہتمام

حضرت امام رضا (ع) کی سیرت کے تربیتی پہلو

ضامن آہو (ہرنی کا ضامن)

سید جواد جعفری

امام رضا(ع) کے بین الاقوامی فسٹیول کے جنرل ڈائریکٹر

امام رضا (ع) کا بین الاقوامی فیسٹیول، ہر سال وزارت برائے ثقافت اور اسلامی ارشاد کے ذریعے قومی اور بین الاقوامی سطح پر حضرت علی بن موسی الرضا(ع) اور حضرت معصومہ فاطمہ (س)کی یوم ولادت کی مناسبت سے پر نیز حضرت شاہ چراغ (ع) کی یاد میں عشرۂ کرامت کے موقعےپر منایا جاتا ہے۔فیسٹیول کی اہمیت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب اس میں مختلف ملکوں کے عالمانِ دین، محققین ،فن کاروں اور دانشوروں کی انمول اور بیش بہاتخلیقات و تصنیفات رضوی ثقافت و معارف متعارف کروانے کی غرض سے پیش کی جاتی ہیں۔فیسٹیول کو مختلف حکومتی اداروں، محکموں اور اسلامی پارلیمنٹ کی ثقافتی کمیشن کے علاوہ علمی اور مذہبی مدرسوں کے علماء کی رہنمائی اور سرپرستی حاصل ہے۔

الف) موضوعاتی پروگرام: فیسٹیول کے لیے پیش ہونے والے تمام علمی، تحقیقی،ثقافتی،ہنری،صحافتی اور میڈیایی پروگرام قومی اور صوبائی وزارت برائے ثقافت اور اسلامی ارشادکے عام اعلان کے ذریعے مختلف ذیلی شعبوں کی شکل میں اکٹھے کیے جاتے ہیں ۔

ب) بین الاقوامی شعبہ: یہ شعبہ وزارت برائے ثقافت اور اسلامی ارشادکی نگرانی میں بین الاقوامی سطح پر جامعہ المصطفیٰ العالمیہ،اہل البیت کا بین الاقوامی مجمے اور باہر ملک میں موجود مدرسوں کی معاونت سے نامور دینی و مذہبی عالموں، محققوں،دانشوروں کی بھرپور صلاحیتوں اور توانائیوں سے فائدہ اٹھا تے ہوئے اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

ج) عمومی پروگرام: امام رضا(ع) کا بین الاقوامی فیسٹیول کے عمومی پروگرام ،عشرۂ کرامت میں عوامی سطح پر مختلف دہاتوں ، شہروں کے مساجد اور محلوں میں میلوں کی صورت میں تیس کے قریب ثقافتی اداروں کی معاونت سے منائے جاتے ہیں۔

د) پانچ ذیقعدہ کا پروگرام، اولیاء کی قبوراور مقدس مزارت کا جشن: معاشرے کے ثقافتی مراکزکی اہمیت کی وجہ سے اولیاء الہی کی تکریم، عشرۂ کرامت اور ہمارے ملک کے ثقافتی کلینڈر میں پانچ ذیقعدہ کا بنیادی پروگرام مانا جاتا ہے جو ہر سال تمام صوبوں میں یہ جشن منایا جاتا ہے اور حالیہ برسوں میں یہ میلہ بین الاقوامی سمیناروں اور کانفرنسوں کی سطح پر محکمہء اوقاف کے ایجنڈے میں شامل ہے۔

ہ) چھے ذیقعدہ کا پروگرام، حضرت احمد بن موسی علیہ السلام (شاہچراغ) کا جشن: ہمارے ثقافتی کلینڈر میں، ثقافتی انقلاب کی سپریم کونسل کی ہدایت کے مطابق ،چھے ذیقعدہ حضرت احمد بن موسی علیہ السلام (شاہچراغ) کا جشن منایا جاتا ہے۔ اس دوران شیراز شہرمیں حضرت شاہچراغ کے مقدس مزار کی مرکزیت او پورے ملک میں اہل البیت کے تیسرے مقدس مزار کی وجہ سے، عشرۂ کرامت کی مرکزی کونسل سے رابطہ رکھتے ہوئے مختلف النوع پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔

و) امام رضا (ع) کی قدمگاہوں کی تکریم: وطنِ عزیز میں امام رضا(ع) کے وارد ہونے کی یاد میں عوام کی طرف سے شلمچہ شہر سے لے کر شہر ِمرو تک جہاں جہاں سے امام رضا(ع) گزرے ہیں ،مختلف جشن منائے جاتے ہیں جن میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔

ز) پوزیش حاصل کرنے والے: امام رضا علیہ السلام کے فیسٹیول منانے کے عمدہ نتائج میں سے ایک، رضوی ثقافت کے شعبے میں ثقافتی اور ہنری کی نمایان تخلیقات کی شناخت ہے جو منعقدہ مختلف پروگراموں میں علمی، ثقافتی، فنی، صحافتی اور ڈیجیٹل ماہرین فن کی طرف سے نمایان تخلیقات کی شناخت ہوتی ہے اورپہلی سے تیسری تک کے پوزیشن حاصل کرنے والے محترم تخلیق کاروں کی صوبائی سطح پر نیز پروگرام کرنے والوں کی طرف سے ،کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ح) رضوی ثقافت کے خادمین: امام رضا(ع) کے بین الاقوامی فیسٹیول کے پروگراموں میں سے ایک رضوی ثقافت کے خادمین کا تعارف ہے جو رضوی فیسٹیول کی کمیٹی کی طرف سے داخلی اور بیرونی سولہ شخصیات نے جو رضوی ثقافت کے حوالے سے نمایان علمی، ثقافتی، و فنی خدمات انجام دی ہیں ان کی فیسٹیول میڈل سے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ط) امام رضا علیہ السلام کے بین الاقوامی ثقافتی اور ہنری افتتاحی اور اختتامی فیسٹیول کا افتتاحی اور اختتامی پروگرام: امام رضا (ع) کا بین الاقوامی فیسٹیول کا افتتاح عشرۂ کرامت کی مناسبت سے حضرت فاطمہ معصومہ (س) کی ولادت باسعادت کے موقعے پر قم شہر میں کیا جاتا ہے اور ایران کے اکتیس صوبوں نیز دنیا کے کئی ممالک میں اجرا ہوتے ہوئے اس کا اختتامی پروگرام حضرت علی بن موسی الرضا(ع) کی شب ولادت کی مناسبت سے اعلی سرکاری حکام، مختلف اقوام، فیسٹیول کے پوزیشن حاصل کرنے والوں، ثقافت و ہنر سے تعلق رکھنے والوں کی موجودگی سے رضوی ثقافت کے خادمین کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ مشہد شہر میں منایا جاتا ہے۔

ی) مطبوعات: رضوی ثقافت کے شعبے میں نمایان تخلیقات کی اشاعت امام رضا (ع) کے بین الاقوامی فیسٹیول کے ایجنڈے میں شامل ہے جو اس مقدس بارگاہ کی شیدائیوں کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ پیش نظر اشاعت محکمہ ثقافت اور اسلامی تعلقات عامہ اوراسلامی نظریہ فاؤنڈیشن کے اہتمام سے جو ہمیشہ بیش بہا خدمات کی منشا و مبدا رہی ہیں مہیا کی گئی ہے۔ انشاء اللہ یہ کام، اللہ تعالی کی خشنودی کا باعث بن سکے۔ آمین۔

فہرست

امام رضا علیہ السلام کے عمل میں ثقافتی امور کا اہتمام

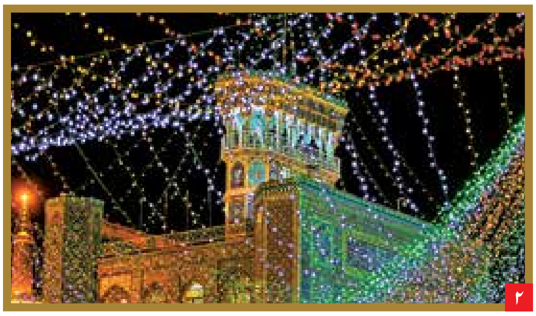
۲

حضرت امام رضا(ع) کی سیرت و کردار

۶

حضرت امام رضا(ع) کے بارے میں خوبصورت کہانیاں

۱۲

حضرت امام رضا(ع) کی سیرت کے تربیتی پہلو

۱۸

ضامن آہو (ہرنی کا ضامن)

۲۴

مامون کی سیاست کا اہم اصول (بادشاہی بانجھ ہے)

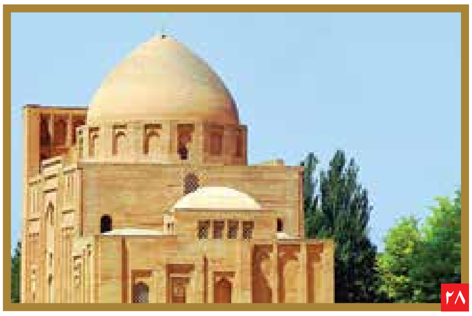
۲۸

حضرت امام رضا (ع) کی سیاسی زندگی کا تجزیہ رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای کی نگاہ میں

۳۲

ڈائرکٹر جنرل : حمیدرضا آزادی
azadi@itf.org.ir
ایڈیٹر ان چیف : ڈاکٹر محمد کیومرثی
پبلک ریلیشن : مریم حمزہ لو

اعزازی مجلس مشاورت (بین الاقوامی) :
پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف خشک
پروفیسر ڈاکٹر خلیل طوقار
پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد
پروفیسر ڈاکٹر رشید امجد
پروفیسر ڈاکٹر افتخار حسین عارف

خصوصی نمبر حضرت امام رضا(ع)

گرافیکس ڈیزائنر :
مجید خضری پور

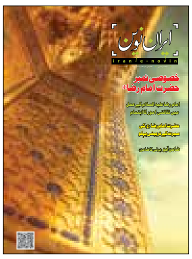

یہ ایک بین الاقوامی اردو جریدہ ہے جس کا مقصد آج کے ایران سے متعلق تہذیبی ، ادبی ، معاشرتی ، سیاسی ، اقتصادی وعلمی مسائل ومباحث واقدار کو فروغ دینا ہے ۔ اس جریدے میں ایران و برصغیر پاک وہند کی خبروں پر مبنی اشتراکات ، تحقیقی و علمی سرگرمیوں ، ثقافت ، تجارت اور خواتین کے موضوعات کے علاوہ فارسی ادب کے شہپارے بھی ملیں گے ۔

ماہنامہ ایران نوین

Tehran, Islamic Republic of Iran :: P.O. Box: 14155-3899
itf.org.ir :: www.irannovin.info :: Email: info@irannovin.info
تلفن: ۵-۸۸۸۹۷۶۶۲-۲۱-۹۸+ :: فکس : ۸۸۹۰۲۷۲۵-۲۱-۹۸+

امام رضا علیہ السلام کے عمل میں ثقافتی امور کا اہتمام

ڈاکٹر علی بیات
ایسوسی ایٹ پروفیسر، تہران یونیورسٹی

امام رضا علیہ السلام کے خلق و سلوک سب لوگوں کے ساتھ ایسے تھے کہ تمام دوست اور دشمن ان کی خوش خلقی کے شیدائی تھے۔ ان کی اس عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے، آپ کو "رضا" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ابراہیم بن عباس نے امام رضا علیہ السلام کے حسن سلوک کی کچھ یوں بیان کیا ہے:

"ما رایت ابا الحسن الرضا جفا احداً بکلامہ قط ، وما رایتہ قطع علی احد کلامہ حتی یفرغ منہ ، وما ردّ احداً عن حاجۃ یقدر علیہا ، ولا مدّ رجلیہ بین یدی جلیس لہ قط ، ولا اتکأ بین یدی جلیس لہ قط ، ولا رایتہ شتم احداً من موالیہ ومممالیکہ قط ، ولا رایتہ تفل قط ، ولا رایتہ یقہقہ فی ضحکہ قط ، بل کان ضحکہ التبسم . وکان إذا خلا ونصبت مائدتہ اجلس معہ علی مائدتہ ممالیکہ حتی البواب والسائس ، وکان (ع) قلیل النوم باللیل ، کثیر السہر یحیٰ اکثر لیالیہ من اولہا إلی الصبح ، وکان کثیر الصیام فلا یفوتہ صیام ثلاثۃ ایام فی الشہر ، ویقول : ذلک صوم الدہر ، وکان (ع) کثیر

المعروف والصدقة فی السر ، واِکثر ذلک یکون منہ فی اللیالی المظلمۃ".
اس کا مطلب یوں ہے کہ :
"میں نے کبھی ابوالحسن (امام) رضا کو کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ کسی پر جفا کریں، یا کسی کی بات ختم ہونے سے پہلے قطع کلامی کریں۔ یا حسب استطاعت کسی کی حاجت روائی نہ کرتے ہوں۔ یا دوسروں کے سامنے پاؤں پھیلائیں یا دوسروں کے سامنے ٹیک لگائے بیٹھے ہوں، اور کبھی اپنے خادموں کو دشنام کہے ہوں، یا قہقہے لگائیں بلکہ آپ کی ہنسی تبسم کی حد تک تھی۔
جب بھی کھانے کا دسترخوان بچھتا تو تمام خادموں اور چوکیداروں کو بھی ساتھ بٹھاتے تھے۔ رات کے وقت آپ کی نیند قلیل ہوتی اور زیادہ تر سحر تک جاگتے اور عبادت کرتے اور بہت روزہ رکھتے۔ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنے کو کبھی نہیں چھوڑتے۔ بہت خیرات کرتے اور رات کے وقت چپکے سے غریبوں کی مدد فرماتے تھے۔"
اس اقتباس سے امام رضا علیہ السلام کی مبارک زندگی کے بہت سے معاشرتی اور ثقافتی پہلو کھل کر سامنے آتے ہیں۔ دوسروں پر ظلم نہ کرنا، جو اس وقت کے اکثر ظالم حکام کا طریقہ ہوا کرتا ، ایک ایسا سبق ہے جس سے عملی طور پر تمام لوگ بہرہ مند ہوسکتے ہیں۔ قطع کلامی کرنا ایک ایسی مذموم حرکت ہے جس کا اکثر لوگ ارتکاب کرتے ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے اس طرح ہمیں اس بات کی تعلیم دی کہ یہ حرکت بہت ناپسند ہے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی ، ہر استطاعت رکھنے والے شخص کا فرض ہے چونکہ ہمارے امام علیہ السلام بلکہ تمام ائمہ اطہار علیہم السلام نے اس کا بھرپور اہتمام کئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ محافل میں صحیح طور پر بیٹھنے کے طریقے، جس سے ہماری نئی نسل خاص طور پر بے بہرہ ہیں بھی امام رضا علیہ السلام کی زندگی سے سامنے آتے ہیں۔ اپنے زیردستوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا اور دشنام طرازی نہ کرنا بہت قابل قدر عمل ہے جس سے عام طور پر امیر اور رئیس طبقے کے لوگ بے نیازی برتتے ہیں۔ امام عالیشان علیہ السلام نے اس کا خوبصورت نمونہ پیش فرمایا ہے۔ ان غرباء کو ساتھ بٹھاکر کھانا کھانا اور ان کے لئے رات کے اندھیرے میں مخفی طور پر امداد فراہم کرنا تقریباً تمام مسلمان اکابر کا طریقہ تھا۔ البتہ اس عمل سے اکیسویں صدی کے بعض بہ ظاہر اکابر بے بہر ہ ہیں۔ اس کا اہتمام بھی بہت ضروری ہے۔
امام رضا علیہ السلام کو خراسان تشریف لانے سے پہلے اور ہارون الرشید کے دور خلافت میں، کسی حد تک فراغت حاصل تھی تو آنخضرت نے اس دور میں اپنی امامت کا اعلان فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ بہت سے ثقافتی امور کا بھی اہتمام فرمایا۔ مثلا بہت سے شاگردوں کی تربیت

امام رضا (ع) کو خراسان تشریف لانے سے پہلے کسی حد تک فراغت حاصل تھی تو آنحضرت نے اس دور میں اپنی امامت کا اعلان فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ بہت سے ثقافتی امور کا بھی اہتمام فرمایا

کی مہم چلاکر اس طرح ان کو اپنے علم سے مالامال کر کے ان کے ذریعے بہت سی دینی روایات کو ثبت وضبط کروایا۔ ان کے شاگردوں میں سے بعض، اپنے دور کے مشاہیر علماء میں شمار ہوتے ہیں: حسین بن سعید اہوازی، صفوان بن یحییٰ، محمد بن عمر واقدی اور موسی بن قاسم ، جن کی بہت اہم تصانیف دستیاب ہیں، خاص طور قابل ذکر ہیں۔ ۲۰۱ ہجری کو مامون عباسی نے امام رضا علیہ السلام کو زبردستی مدینے سے مرو لے آیا۔ اس کا مقصد اما رضا علیہ السلام کو نزدیک سے نظر بند کرنا اور آپ کی مقبولیت اور محبوبیت سے ناجائز فائدہ اٹھاکر اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ نیز امام کو نعوذ باللہ دنیاپسند دکھانا تھا تا کہ اس طرح امام اور خاندان نبوت کے بارے جو حقیقتاً دنیا و مافیہا کی بہ نسبت لاپرواہی کی صحیح شہرت رکھتے تھی، اس شہرت کو توڑنا بھی اس کا دوسرا مقصد تھا۔ لیکن امام رضا علیہ السلام نے مرو میں کچھ ایسی حکمت عملی اپنائی کہ نہ صرف مامون کی اس مذموم سیاست کو شکست کا سامنا پڑا، بلکہ مدینے سے اتنی لمبے فاصلے پر موجود مسلمانوں کے دل میں ائمہ اطہار علیم السلام کی حقانیت اور محبوبیت پہلے سے بھی زیادہ ہو گئی۔ روحانیت پر بھرپور توجہ، رضائے الٰہی کو ہر کام میں منظور نظر رکھنا، تقوائے الٰہی کو اپنانا اور ہر کام میں اس کو معیار کے طور پر مد نظر رکھنا اسی ثقافتی اہتمام کے دوسرے مظاہر تھے جن کا امام رضا علیہ السلام بڑی سنجید گی

آپ کی زندگی کا ہر لمحہ مسلمانوں کے لئے عملی سبق تھا، اس لئے آنحضرت اپنے ہر عمل میں رضائے الہی اور مسلمانوں کی ہدایت کو مدنظر رکھ کر سرانجام دیا

سے مرو میں اہتمام فرماتے تھے ۔ جدید دور کا انسان اس لئے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے کہ خدا کو فراموش کرکے اپنے آپ کو دنیا میں اکیلا اور آزاد محسوس کرتا ہے۔ لیکن امام رضا علیہ السلام بڑے خدا شناس اور خداترس تھے۔ ان کے سامنے عباسی خاندان کا خلیفہ استبداد اور استکبار کا مکمل نمونہ تھا۔آپ نے کسی خوف وتردید کے بغیر اور اپنے آپ کو صرف اللہ تعالی کے عبد ثابت کرنے سے اسی خلیفے کا سارا غرور خاک میں ملادیا۔ اگرچہ اس طرح آپ (ع) کو اس وجہ سے اپنی جان کی قربانی دینی پڑی، لیکن آپ کی زندگی کا ہر لحہ مسلمانوں کے لئے عملی سبق تھا، اس لئے آنخضرت اپنے ہر عمل میں رضائے الہی اور مسلمانوں کی ہدایت کو مدنظر رکھ کر سرانجام دیا۔ اس وجہ سے امام رضا علیہ السلام کی شہادت بھی مسلمانوں کے لئے حقیقت کے برملاہونے کا ایک ذریعہ بنا اور آپ کی شہادت کے بعد تاریخ میں ظالم خلیفہ کے ظلم وستم کے بہت سے پردے چاک ہوگئے۔

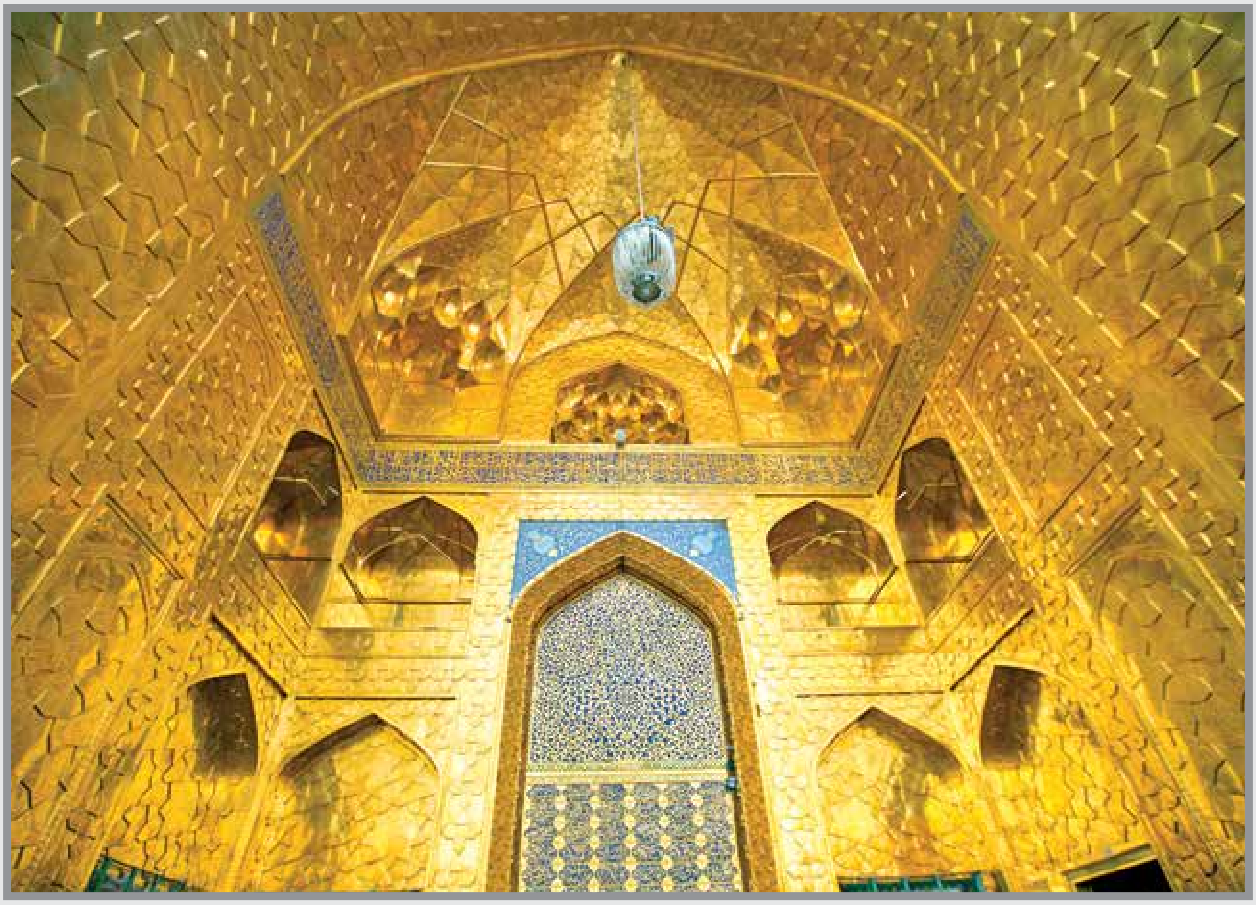

حضرت امام رضا(ع) کی سیرت و کردار

ڈاکٹر شیخ محمد حسنین نادر
ڈائریکٹر نورالہدی، مرکز تحقیقات، اسلام آباد

حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت ۱۱ ذی قعدہ ۱۴۸ ھ ق میں ہوئی۔ آپ کا نام "علی"، کنیت "ابوالحسن" اور مشہور القاب "رضا" یعنی (پسندیدہ)، "غریب الغرباء" یعنی (سب سے بڑا پردیسی)، "شمس الشموس" یعنی (روشن ترین آفتاب) اور "انیس النفوس" یعنی (لوگوں کا ہمدم) ہیں۔

آپ (ع) کی والد گرامی، ہمارے ساتویں امام، حضرت موسی بن جعفر الکاظم علیہ السلام اور آپ (ع) کی مادر گرامی، بی بی مکرمہ حضرت "تکتم" ہیں کہ جنہیں "نجمہ" بھی کہا جاتا تھا۔ جب خداوند عالم نے انہیں حضرت امام رضا علیہ السلام جیسا فرزند عطا کیا تو چونکہ آپ کی آغوش میں ایک طیب و طاہر اور معصوم امام (ع) کی پرورش ہو رہی تھی، لہٰذا آپ کو "طاہرہ" کا لقب بھی دے دیا گیا۔

حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کی شادی ایک انتہائی پاک طینت خاتون سے ہوئی جن کا نام بی بی "سبیکہ" تنہا جن کے بطن سے اللہ تعالی نے آپ (ع) کو ایک بیٹا عطا کیا جن نام "محمد" اور لقب "جواد" رکھا گیا۔ شعیہ علماء کے ہاں مشہور یہ ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی اولاد، آپ (ع) کے تنہا فرزند حضرت محمد بن علی الجواد علیہ السلام ہی ہیں ۔ حضرت امام رضا

علیہ السلام نے ۵۵سال کی عمر پائی اور آپ(ع) کی شہادت ۲۰۳ھ ق میں ہوئی۔ آپ(ع) کی شہادت کاسبب مامون عباسی کے توسط سے آپ کوزہر دیاجانا تھا۔ آپ(ع) کی امامت کا دورانیہ تقریبا ۲۰سال ہے کہ جس میں سے ۱۷ سال کا عرصہ آپ(ع) نے مدینہ منورہ میں گذرا؛ جہاں آپ(ع) عام و خاص کے ملجا و ماوی رہے۔ آپ(ع) نے اپنی زندگی کے آخری تین سال طوس (خراسان) میں گذارے اور اس دوران بھی آپ(ع) نے دین مبین اسلام کی سرافرازی کیلئے حتی المقدور کوششیں کی۔

حضرت امام رضا (ع) عالم آل محمد علیہم السلام

حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے خداداد علم میں اس مقام پر فائز تھے کہ آپ (ع) کا ایک لقب ہی "عالم آل محمد "پڑ گیا۔ جناب اباصلت ہروی، محمد بن اسحاق ابن موسی بن جعفر (ع) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام موسی بن جعفر علیہ السلام اپنی اولاد سے فرماتے تھے کہ:

"تمہارا بھائی علی بن موسی، خاندان پیغمبر کا حکیم ہے۔ اپنی دینی ضروریات اور مسائل کا جواب ان سے طلب کیا کرو اور جو کچھ وہ بتائیں اسے یاد کرلو کیونکہ میرے بابا (حضرت امام صادق علیہ السلام) نے کئی بار مجھ سے فرمایا کہ تیری نسل سے خاندان پیغمبر کا عالم پیدا ہوگا۔ اے کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا اور اسے دیکھتا۔"

حضرت امام رضا علیہ السلام ایک طرف سے تو مختلف ادیان اور مذاہب کے علماء کے سوالوں کا دوٹوک جواب دیتے اور دوسری طرف اپنے مخاطب کے مذہب اور عقیدے کی اساس پر بات اور استدلال کرتے تھے اور آپ کا یہ رویہ، آپ کی علمی توانائی کا ایک نمایاں مظہر تھا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اہل تورات کو تورات سے، انجیل کے پیروکاروں کو خود ان کے مذہب و مسلک کی بنیاد پر جواب دیتے تھے۔ آپ اپنے مناظرات میں قرآنی آیات سے استدلال فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ کہنے والوں کو کہنا پڑا کہ:

كَانَ كَلامُهُ كُلُّهُ وَجَوابُهُ وَتَمَثُّلُهُ اِنتِزاعاتٌ مِنَ القُرآنِ

یعنی: "آپ کا سارا کلام، آپ کے سوالات کے جوابات اور مثالیں قرآن سے ماخوذ ہوتی تھیں۔"

مختلف مذاہب اور فرقوں کے علماء کے ساتھ آپؑ کے علمی مناظرات نے آپؑ کے علمی مقام و منزلت کو اس قدر آشکار کر دیا کہ مامون کو علی الاعلان یہ کہنا پڑا:

"ما أعلَمُ اَحداً اَفضَلَ مِن هذَا الرَّجُلِ عَلَى وَجهِ الارضِ"

یعنی: " میں روئے زمین پر اس شخص (حضرت امام رضا علیہ السلام) سے بڑے کسی عالم کا سراغ نہیں رکھتا۔"

آپؑ کے کمالات و فضائل اس قدر آشکار تھے کہ فرید وجدی اپنے دائرۃالمعارف میں لکھتاہے کہ جب مامون عباسی نے

حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے خداداد علم میں اس مقام پر فائز تھے کہ آپ (ع) کا ایک لقب ہی "عالم آل محمد "پڑگیا

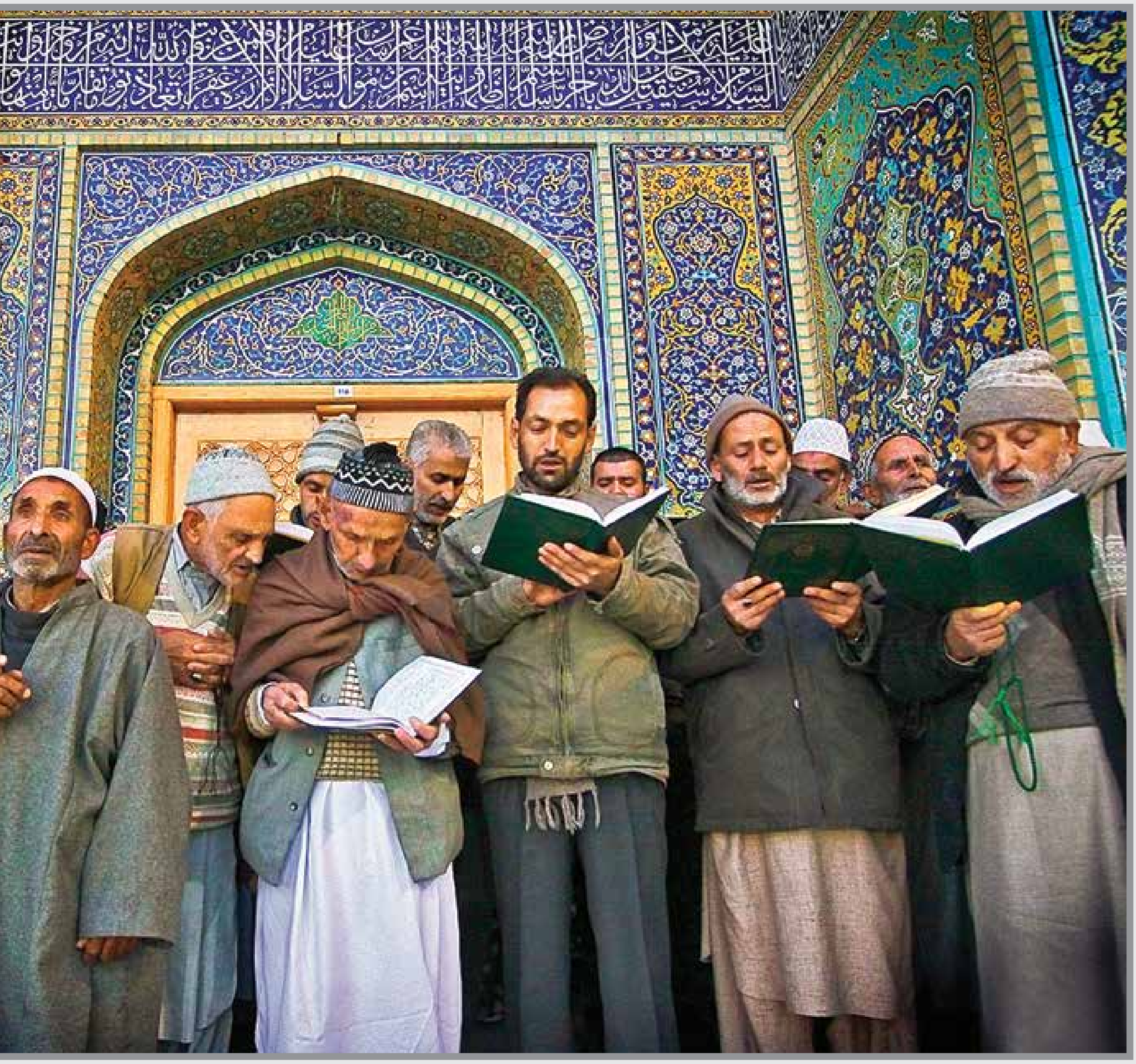

مختلف فرقوں اور مذاہب کے تین ہزار افراد کو اکٹھا کیا اور ان سے یہ کہا کہ وہ اپنے میں سے لائق ترین انسان کا انتخاب کریں تاکہ وہ اپنی ولیعہدی اس کے سپرد کرسکے تو ان سب لوگوں نے حضرت علی ابن موسی الرضا (علیہ السلام) پر اتفاق کیا۔

عباسی خلافت کے کارندے، خاص اہداف کے تحت، مختلف مذاہب اور فرقوں کے دانشوروں کو دعوت دیتے اور انہیں امام علیہ السلام رضا کے مد مقابل قرار دیا کرتے تھے اور ان کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ ان مناظروں میں کم از کم ایک بار ہی سہی کہ امام علیہ السلام ان کے سوالوں کا جواب نہ دے سکیں۔ بہرحال مامون کا ہدف کچھ بھی ہو، ان محفلوں کی بدولت حضرت امام رضا علیہاالسلام کی عظمت واضح طور پر آشکار ہوگئی اور آپ کے شیعہ بھی آپؑ کے علمی مقام و منزلت سے خوب فیضیاب ہوئے۔

جناب عبدالسلام ہروی، جو کہ اکثر ان محفلوں میں حاضر ہوتے تھے، کہتے ہیں: "میں نے کسی شخص کو بھی حضرت امام رضا علیہ السلام سے بڑھ کر دانا نہیں پایا۔ اکثر دانشور نے بھی آپؑ کے علم کی برتری کی گواہی دیتے تھے۔ جن محفلوں اور مجلسوں میں دانشوروں، فقیہوں اور مختلف ادیان کے علماء حاضر رہتے، آپؑ ان سب پر اس قدر غالب آتے کہ انہیں اپنی علمی کمزوری اور امام علیہ السلام کی علمی برتری کا اعتراف کرنا پڑتا تھا۔"

حضرت امام رضا علیہ السلام ایک طرف سے تو مختلف ادیان اور مذاہب کے علماء کے سوالوں کا دو ٹوک جواب دیتے اور دوسری طرف اپنے مخاطب کے مذہب اور عقیدے کی اساس پر بات اور استدلال کرتے تھےاور آپؑ کا یہ رویہ ، آپؑ کی علمی توانائی کا ایک نمایاں مظہر تھا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اہل تورات کو تورات سے، انجیل کے پیروکاروں کو انجیل سے، زبور کے ماننے والوں کو زبور سے اور ہر فرقے اور گروہ کو خود ان کے مذہب کی بنیاد پر جواب دیتے تھے۔ جناب اباصلتؒ ہروی فرماتے ہیں:

"حضرت امام رضا علیہ السلام لوگوں سے خود ان کی زبان میں بات کرتے تھے۔ خدا کی قسم! آپ علیہ السلام ہر زبان میں اس زبان کے بولنے والوں سے زیادہ فصیح اور ہر تہذیب و تمدن سے خود اس تہذیب و تمدن کے اہل سے زیادہ آگاہ تھے۔"

جناب اباصلتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی:

"اے رسول خدا کے فرزندؑ! میں آپؑ کے مختلف زبانوں پر تسلط اور احاطہ پر حیران ہوں۔"

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"میں لوگوں پر خدا کی حجت ہوں۔ یہ

حضرت امام رضا علیہ السلام اہل تورات کو تورات سے ، انجیل کے پیروکاروں کو انجیل سے ،زبور کے ماننے والوں کو زبور سے اور ہر فرقے اور گروہ کو خود ان کے مذہب کی بنیاد پر جواب دیتے تھے

کیسے ممکن ہے کہ خدا کسی کو لوگوں پر حجت قرار دے؟ لیکن وہ ان کی زبان سے واقف نہ ہو، آیا امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا یہ فرمان آپ تک نہیں پہنچا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ہمیں" فصل الخطاب" عطا کیا گیا ہے اور اس سے مراد مختلف زبانوں سے آشنائی ہی تو ہے"۔

بہر حال ، مامون کا ہمیشہ یہ اصرار ہوتا تھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں علمی محفلوں کا انعقاد اور آپ علیہ السلام کے ساتھ دانشوروں کے مناظروں کا اہتمام کیا جائے۔ لیکن آخر کار وہ آپ علیہ السلام کو ان مناظروں میں شرکت کی دعوت دینے پر بہت پشیمان ہوا۔ کیونکہ ابتداء میں تو اُس کا ہدف یہ تھا کہ ان مناظروں کے ذریعے حضرت امام رضا علیہ السلام کی تحقیر اور آپ علیہ السلام کے علمی مقام و منزلت کی توہین کرسکے اور عوام کو ایسے جلسوں میں مشغول رکھ کر ان کی توجہ مملکت کے سیاسی مسائل سے ہٹادے لیکن جب اس نے دیکھا کہ اسے اس مقصد میں ناکامی ہوئی ہے تو بہت پشیمان ہوا۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہی وہ واقعات تھے جو حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔

خلاصہ یہ کہ آپ علیہ السلام نے اپنے عصر کے کلامی مسائل میں امّت کی رہنمائی فرمائی اور کئی نام نہاد مسلمان علماء اور دانشمندوں کی کج فہمیوں کو آشکار فرمایا۔ مثال کے طور پر آپ کے عصر میں مسلمان علماء اور دانشمندوں کی ایک کثیر جماعت کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالی قابل رویت ہے اور ظاہری آنکھوں سے خدا کو دیکھنا اگر اس دنیا میں ممکن نہ ہو تو عالم آخرت میں ممکن ہے۔اس نظریہ کے قائلین قرآن کریم کی بعض آیات کے ظواہر سے استدلال کرتے تھے۔ اس گروہ کے پاس رؤیت خدا کی عمدہ دلیل سورہ مبارکہ نجم کی چند آیات تھیں۔ منجملہ یہ آیت جس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى

ترجمہ : "اور بے شک انہوں نے اُس کو دوسری مرتبہ دیکھا؛ سدرۃ المنتہی کے قریب۔"

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کج فہمی کو آشکار فرمایا اور اس گروہ کے بیان کا جواب خود قرآن کریم کی سورۂ نجم ہی کی مذکورہ آیات سے دیا اور واضح فرمایا کہ اس آیت میں رؤیت (دیکھنے) سے مراد، ظاہری آنکھوں کا دیکھنا نہیں، بلکہ اس سے مراد قلب کا دیکھنا (بصیرت) ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى

ترجمہ : "اُن کے دل نے جو دیکھا، اُسے نہیں جھٹلایا۔"

پس یہاں رؤیت سے مراد، ظاہری آنکھوں سے دیکھنا نہیں بلکہ قلبی مشاہدہ مراد ہے۔ اس کے علاوہ یہاں رؤیت سے مراد خود اللہ تعالی کی رؤیت نہیں، بلکہ اللہ تعالی کی نشانیوں کا مشاہدہ ہے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم اس پر تصریح پیش فرماتا ہے:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى

ترجمہ: "بے شک انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔"
اسی طرح رؤیت خدا پر اشاعرہ کی ایک اور دلیل یہ قرآنی آیت تھی:
اِلی رَبِہا نَاظِرَۃٌ
ترجمہ: "اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔"
امام علیہ السلام نے اس دلیل کا بھی قرآنی آیات سے جواب دیا اور واضح کیا کہ یہاں "ناظرۃ" سے مراد پروردگار کی رؤیت نہیں، ثواب کے حصول کا انتظار ہے:
مشرقۃ تنتظر ثواب ربّہا
یعنی: "یہ درخشان چہرے اپنے پروردگار کے ثواب کا انتظار کر رہے ہوں گا۔"
رؤیت خدا کے قائلین کا ایک اہم استدلال رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب وہ حدیث تھی جس کے الفاظ یہ ہیں:
فانّ اللہ خلق ادم علی صورتہ
یعنی: "اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس کی شکل و صورت پر خلق فرمایاہے۔"
رؤیت خدا کے قائلین اس حدیث کا یہ معنی مراد لیتے تھے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی شکل و صورت خلق فرمایا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ انسانی شکل و صورت کا حامل ہے اور یہ شکل و صورت دیکھی بھی جاسکتی ہے۔
امام علیہ السلام نے اس روایت میں جعل و افتراء کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی کہ
قاتلہم اللہ، لقد حذفوا اوّل الحدیث۔۔۔
یعنی: "اللہ تعالی انہیں ہلاک کرے کہ انہوں حدیث کے پہلے حصے کو حذف کردیاہے۔ اصل حدیث یہ ہے کہ رسول خدا دو آدمیوں کے قریب سے گذرے جو ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ:
قبح اللہ وجہک، فقال رسول اللہ: یا عبداللہ لا تقول ہذا لاخیک فانّ اللہ عزّ و جلّ خلق ادم علی صورتہ
یعنی: "اللہ نے تیرا چہرہ قبیح بنایاہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ائے اللہ کے بندے! اپنے بھائی کے لیے یہ الفاظ مت استعمال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو بھی اسی شکل و صورت پر خلق فرمایا۔"
پس جب سب انسان، اسی شکل و صورت پر خلق ہوئے ہیں جس پر اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق فرمایا تو کسی انسان کو قبیح صورت قرار دینا، نعوذ باللہ حضرت آدم کو قبیح صورت قرار دینے کے مترادف ہے۔ یوں امام رضا علیہ السلام نے اپنے جدّامجد ﷺ کی حدیث کا پورا متن بھی ارشاد فرمایا اور ساتھ حدیث فہمی اور حدیث کے معتبر ہونے کا ایک کلی قاعدہ اور قانون بھی ان الفاظ میں بیان فرمادیا کہ:
اذا کانت الروایات مخالفۃ للقرآن کذّبتہا
یعنی: " اگر روایات قرآن سے مخالفت رکھتی ہوں تو میں ان کا جھٹلادوں گا۔"

امام رضا(ع)علیہ السلام نے اپنے عصر کے کلامی مسائل میں امّت کی رہنمائی فرمائی اور کئی نام نہاد مسلمان علماء اور دانشمندوں کی کج فہمیوں کو آشکار فرمایا

حضرت امام رضا (ع) کے بارے میں خوبصورت کہانیاں

ڈاکٹر راشد عباس نقوی
پروفیسر جامعہ پنجاب، لاہور

ہم بہت دور سے آئے ہیں

وہ لوگ دوبارہ تیار ہوگئے۔ گلی سے گزرتے اپنے آپ کو تیار کرتے نیز خاک آلود لباس کو جھاڑتے ہوئے وہ ایک دوسرے کو پر امید نگاہوں سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ آج ملاقات کا موقع مل جائے گا۔ ان میں سے ایک نے ٹھنڈی آہ بھر کے کہا۔ خدا کی پناہ! ان کے قریب بیٹھ کر اپنے دل کی باتیں کرنے کو دل بے چین ہے۔ کب ان کی صحبت نصیب ہوگی۔ ان افراد میں سے ایک جو سب سے عمر رسیدہ تھا اپنی لمبی سفید داڑھی پر ہاتھ پھیر کر دکھ بھرے لہجے میں کہنے لگا۔ کاش رات دن ان کی خدمت کرنے کا موقع نصیب ہوتا اور ہم ایک غلام کی طرح ان کی خدمت کرتے۔ ایک اور نے مضطرب ہوکر کہا اگر آج بھی ان کے خدمت گزاروں نے ہمیں ملاقات کا موقع نہ دیا تو پھر بھی ہم مایوس و پیشمان نہیں ہونگے۔ اسی دوران سب کہنے لگے اس قدر زیادہ آئیں گے بلکہ بار بار آئیں گے کہ بالاخر ملاقات کا شرف حاصل ہوجائے۔ بوڑھا شخص کہنے لگا۔ مجھے وجہ سمجھ نہیں آرہی۔ اس میں کیا راز پوشیدہ ہے۔ ہمیں ملاقات کا موقع کیوں نہیں دیا جارہا؟ کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسی دوران وہ امام رضا کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اس بار بوڑھے شخص کی باری تھی اس کے ذمہ تھا کہ وہ

دروازہ کھٹکھٹائے اور بتائے کہ اتنے دور سے آنے والے یہ افراد کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ بوڑھے شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی کون ہے؟ غلام نے دروازہ کھولا اور کہا آپ لوگ پھر آگئے؟ بوڑھے شخص نے کہا جاؤ اور ہمارے مولاؑ سے کہیں آپ کے شیعہ آئے ہیں۔ خادم نے کہا آپ انتظار کریں میں ابھی پوچھ کے آتا ہوں۔ خادم جب جانے لگا تو اس بوڑھے شخص نے بلند آواز سے کہا: "ہمارا خصوصی سلام فرزند رسول ﷺ کو پہنچائیں اور انہیں کہیں ہم آپ کے دیدار کے بغیر نہیں جائیں گے۔ ہمیں اپنی پناہ میں لے لیں۔

یہ سب نہایت اضطراب سے جواب کے منتظر تھے کہ اندر سے کیا پیغام آتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد خادم اندر سے آیا اس کا رویہ اور شکل و صورت پہلے کی طرح پریشان تھی۔ بوڑھے شخص سمیت سب نے امامؑ سے پوچھا کیا ہوا؟ امامؑ نے اجازت دے دی؟ خادم نے کہا امام فرماتے ہیں "ابھی میں مصروف ہوں"۔ دور سے آئے ان مسافروں کی پیشانیوں پر سوچ بچار کی جھریاں نمایاں ہوگئیں۔ ان کی آنکھوں سے دکھ اور تکلیف واضح محسوس ہورہی تھی۔ سب کے زہنوں میں یہی سوال تھا۔ آخر کیا وجہ ہے امام ہمیں ملاقات کا موقع کیوں نہیں دے رہے ہیں؟ سب کی حالت پریشانی سے غیر ہوچکی تھی۔ سب ایک بار پھر حیران و پریشان دکھی دل کے ساتھ واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف پلٹ آئے۔ اگلے دن پھر یہی واقعہ دہرایا گیا۔ یہ مسافر کئی بار گئے لیکن دیدار کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔ اب انہیں امامؑ کے شہر میں آئے ہوئے دو ماہ کا عرصہ ہوچلا تھا۔

اب ایک بار پھر انہوں نے ایک نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ امامؑ کے دولت کدے پر جانے کا ارادہ کیا اور یہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کا گویا آخری وسیلہ تھا۔ ان مسافروں میں سے ایک نے دروازہ کھٹکھٹایا خادم نے دروازہ کھولا۔ خادم کو مخاطب ہو کر کہا: امامؑ کی خدمت میں عرض کرو کہ ہمیں دیدار کی اجازت دیں ہم آپ کے جد امیرالمومنینؑ حضرت علیؑ کے شیعہ ہیں۔ اگر آپ نے ملاقات کی اجازت نہ دی تو دشمن ہمیں برا بھلا کہیں گے اور ہمیں طنز کا نشانہ بنائیں گے اور ہم ان کے سامنے شرمندہ ہونگے۔ خادم یہ سن کر واپس گھر گیا اور جلد ہی واپس آیا اور امامؑ کی طرف سے ملاقات کی اجازت کی نوید سنائی۔

خادم نے ان کو اندر آنے کی دعوت دی اور وہ خوش و خرم گھر میں داخل ہوئے۔ سب خوشی سے ایک دوسرے کے بغلگیر ہوئے اور خادم کے ساتھ ساتھ اس کمرے میں داخل ہوئے جہاں امامؑ تشریف فرما تھے۔ سب نے سلام کیا۔ امامؑ نے کھڑے کھڑے ان کے سلام کا جواب دیا اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آپ ان کے ساتھ بیٹھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بوڑھے شخص نے جب یہ دیکھا تو اس نے آگے بڑھ کر نہایت ادب سے عرض کیا اے فرزند رسول خدا ﷺ ہم سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے کہ آپؑ ہمارے ساتھ مہربانی سے

اگر آپ نے ملاقات کی اجازت نہ دی تو دشمن ہمیں طنز کا نشانہ بنائیں گے ۔خادم یہ سن کر واپس گھر گیا اور جلد ہی واپس آیا اور امامؑ کی طرف سے ملاقات کی اجازت کی نوید سنائی

پیش نہیں آرہے ہیں۔ ہم دو ماہ سے آپکے دیدار کے لئے بے تاب ہیں اور آپ ہم سے بے اعتنائی برت رہے ہیں؟

امام رضاؑ نے ان کے لئے قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت فرمائی جس کا مفہوم یہ تھا: " اگر تمہیں کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو یہ تمہارے ان کاموں کا نتیجہ ہوتا ہے جو تم نے انجام دیئے اور خدا بہت سے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے"۔

ان مسافروں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر امامؑ پر اپنی نگاہیں جمادیں۔ امامؑ نے مزید فرمایا: میں نے تم سے سلوک کرنے کے حوالے سے اپنے جدامجد رسول خدا ﷺ، امیرالمومنین حضرت علیؑ اور اپنے والد گرامی کی سیرت پر عمل کیا ہے۔ ان مسافروں نے نہایت تعجب سے سوال کیا۔ کس لئے؟ مگر ہم سے کونسا گناہ سرزد ہوا ہے؟

امام رضاؑ نے نہایت سنجیدگی سے ارشاد فرمایا: آپ لوگوں نے دعوی کیا ہے کہ آپ امیرالمومنین کے شیعہ ہیں۔ جان لو کہ امیرالمومنینؑ کے شیعہ امام حسن ، امام حسین ، سلمان، ابوذر، مقداد، عمار اور محمد بن ابی بکر ہیں۔ جو آپ کے حکم کے مکمل تعمیل کرتے تھے۔ وہ ایسا کوئی کام انجام نہیں دیتے جس سے انہیں منع کیا گیا ہو۔ تم شیعہ ہونے کا دعوی کرتے ہو لیکن بہت سے کاموں میں اطاعت نہیں کرتے ہو۔ واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی اور غفلت سے کام لیتے ہو۔ اپنے دینی بھائی کا حق ادا کرنے میں سستی کرتے ہو۔ تم یہ کہتے ہو کہ علیؑ کے ماننے والے ہو اور اس کے ماننے والوں کے دوست ہو لیکن

میدان عمل میں اس کو ثابت نہیں کرتے ہو۔ اگر تمہارے گفتار اور کردار میں تضاد رہا تو تم ہلاک ہوجاؤ گے۔ مگر یہ کہ توبہ کرو اور اپنے ماضی کا ازالہ کرو تاکہ خدا تم پر رحمت نازل کرے"۔

امامؑ اپنے علم غیب کی بنیاد پر ان کو اچھی طرح جانتے تھے ان مسافروں کی چہرے پسینے سے شرابور تھے ۔ سب کو اپنی غلطیوں کا احساس ہوگیا اور ایک دم یک زباب ہو کر بولے۔ اے فرزند رسول ﷺ ہم توبہ کرتے ہیں اور آئندہ یہ دعوی نہیں کریں گے کہ ہم امیرالمومنین علیؑ کے شیعہ ہیں۔ اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ یہ باتیں سن کر امامؑ کے شہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور آپؑ نے فرمایا: شاباش شاباش اے میرے بھائیو اور دوستو۔ تشریف لائیں۔ تشریف لائیں۔ آپؑ نے سب کو گلے لگایا۔ آپ نے خادم سے پوچھا۔ ان کو کتنی بار ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ خادم نے کچھ دیر سوچ کر کہا ساٹھ بار۔ امامؑ نے اپنے خادم سے کہا اب تم ساٹھ بار ان کے پاس جاؤ اور ان تک میرا سلام پہنچاؤ ۔ انہوں نے توبہ کر کے اپنے آپ کو پاک کرلیا ہے۔ اب یہ ہماری دوستی کے لائق ہیں ان کی مشکلات کو حل کرو۔ اور ان کو جس چیز کی ضرورت ہے ان کی ضرورت کو پورا کرو ۔ یہ مسافر ایک نیم دائرے کی صورت میں امامؑ کے قریب بیٹھ گئے اور اپنے علاقے کے حالات کے بارے میں آپؑ سے گفتگو مین مصروف ہوگئے۔ امامؑ کے خادم نے ان مسافروں کی شربت اور پھلوں سے پذیرائی کی۔

جنت کے عطر کے خوشبو والا لباس

خدا حافظی کا وقت تھا۔ ریان امامؑ کا ایک چاہنے والا صحابی تھا۔ ایک نرم اور لطیف دل کا مالک۔ اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کس طرح اپنے امام کو خدا حافظ کہہ کر ان سے جدا ہو۔ اسے ایک لمبے سفر پر جانا تھا اور شاید اسے دوبارہ امام کا دیدار نصیب نہ ہو۔ ریان نے سفر کے لئے تمام سازوسامان تیار کرلیا تھا۔ اپنے اونٹ کی مہار امامؑ کے ایک

ان مسافروں نے ایک دوسرے کو دیکھا ۔امامؑ نے فرمایا: میں نے تم سے سلوک کرنے کے حوالے سے معصومین کی سیرت پر عمل کیا ہے ۔ ان مسافروں نے نہایت تعجب سے سوال کیا ۔ کس لئے ؟ مگر ہم سے کونسا گناہ سرزد ہوا ہے ؟

غلام کو پکڑائی اور کہا: اس کو ایک بالٹی پانی پلاؤ اتنی دیر میں میں امامؑ کو خدا حافظ کہہ لوں۔ امام کے کمرے میں داخل ہوا۔ امام کمرے میں گویا اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ریان کمرے میں داخل ہونے سے پہلے سوچ رہا تھا کہ خدا حافظی کے موقعے پر امام سے دو چیزیں مانگوں گا۔ ایک امامؑ کا لباس تاکہ دفن کے وقت اسے کفن کے طور پر استعمال کروں اور خدا اس لباس کے صدقے میرے گناہ معاف کردے۔

دوسری چیز امام سے کچھ درہم مانگوں گا تاکہ اپنی بیٹی کے لئے انگوٹھی خرید سکوں اور سوغات کے طور پر اس کے لئے لے جاؤں کیونکہ خود میرے پاس انگوٹھی خریدنے کے لئے رقم نہیں ہے۔

ریان اس کمرے کی دہلیز پر پہنچا جہاں امام تشریف فرما تھے۔ امام اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے تپاک سے ملے اور اسکے لئے دعافرمائی۔ خداحافظی کے وقت بغل گیر ہوتے وقت ریان اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور بے ساختہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اس پر شدید گریہ طاری ہوگیا۔ اس کے رونے کی آواز اتنی بلند تھی کہ امام کا ایک خدمت گزار بھی اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ امامؑ نے اسے تسلی دی۔ گریہ کی وجہ سے ریان زبان سے کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ اسکی آواز بھرا گئی تھی۔ اس نے ایک بار پھر امامؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور وہاں سے چل پڑا۔ واپس مڑکر امامؑ کی طرف دیکھا تو امامؑ بھی غمگیں نظر آئے۔ ریان پر دوبارہ گریہ طاری ہوگیا لیکن وہ رکا نہیں اور تیزی سے اپنے اونٹ کی طرف بڑھا۔ اسی اثنا میں اسے ایک آواز سنائی دی۔ یہ مہربان آواز امام رضاؑ کی تھی

---۔ ریان

جی مولا

واپس آؤ

ریان حیران ہوکر واپس پلٹا اور پوچھنے لگا امام کیا ہوا؟

امامؑ نے فرمایا: کہا تمہیں اچھا نہیں لگتا کہ میں تمہیں کچھ درہم دوں تاکہ تم اپنی بیٹی کے لئے انگوٹھی خرید سکو! کیا میں تمہیں اپنا ایک لباس نہ دوں! ریان کو اپنی حاجتوں کا خیال آگیا۔ حیران و پریشان تھا۔ اس نے اپنے دل کی خواہش کو زبان پر نہیں لایا تھا۔ امامؑ کو اس کی کیسے خبر ہوگئی۔ کانپتی آواز میں امام سے کہنے لگا۔ میرے دل میں خواہش تھی لیکن وداع کے وقت ذہن سے نکل گئی۔ آپ سے جدائی کا مسئلہ اتنا سنگین

تھا کہ میرے ذہن سے ہر چیز محو ہوگئی تھی۔ امامؑ ریان کو لیکر کمرے میں آئے اس کو تیس درہم اور ایک سفید لباس عطا کیا۔ اور اسے خدا حافظ کیا۔

ریان جب امامؑ سے دور ہونے لگا تو بڑے شوق و ذوق سے امام کے دئے ہوئے لباس کو چومنے لگا اور کہنے لگا۔

" میرے اچھے مولا اپنے چاہنے والوں کے دلوں میں چھپے رازوں سے بھی آگاہ اور باخبر ہیں"۔

ایک شخص جس نے امامؑ کو نہیں پہچانا

ایک مرتبہ امام رضاؑ ایک عمومی حمام پر گئے۔ حمام پر بہت زیادہ رش تھا۔ بہت سے لوگوں نے امامؑ کو نہیں پہچانا۔ بہت سے جاننے والے بھی امام کے قریب موجود تھے لیکن وہ بھی آپکی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ امام حمام کے قریب ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ حمام کے اندر بھاپ کی وجہ سے سخت دھند کا منظر تھا۔ اسی دوران امام کے نزدیک موجود ایک شخص نے آپؑ سے مخاطب ہوکر کہا۔ یہ کیسہ (مخصوص کپڑا) لو اور اس کو میرے بدن پر رگڑو اور اس پر صابن لگاکر میرے بدن کو صاف کرو۔ اس کیسے کو میرے کمر پر خوب رگڑو۔ امام نے اس کی بات سنی اور کیسہ لے کر اس کی پیٹھ پر رگڑنے لگے۔ دور بیٹھے ایک شخص کو شک پڑا کہ یہ تو فرزند رسول ﷺ امام رضاؑ ہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے سرگوشی کی۔ امام اس شخص کی پیٹھ پر کیسہ رگڑنے میں مشغول تھے۔ وہ مرد بھی بڑے اطمنان سے نیچے لیٹا امام سے اپنی پیٹھ کی مالش کروارہا تھا۔ ساتھ بیٹھے وہ تین مرد جنھوں نے امامؑ کو پہچان لیا تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور اس شخص سے مخاطب ہوکر کہنے لگے خدا کا خوف کھاؤ تم کس سے دبوا رہے ہو یہ امام رضاؑ ہیں۔ تمہیں شرم نہیں آرہی ہے؟ تینوں افراد نے مختلف جملے کہہ کر اس شخص کو برا بھلا کہا۔ لیکن وہ شخص متوجہ نہیں ہوا۔

وہ تینوں افراد جنہوں نے امام کو پہچان لیا تھا آپ کے قریب آئے اور آپ کو سلام کیا۔ اسی دوران نیچے لیٹے شخص کے کان میں کہا تمہیں معلوم ہے تم کس سے پیٹھ کی مالش کروارہے ہو؟ اس نے بے خیالی میں جواب دیا۔ نہیں۔ مجھے معلوم نہیں ۔ میں نہیں جانتا۔ ایک شخص نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا شرم کرو وہ علی بن موسیٰ رضاؑ ہیں۔

نیچے لیٹے ہوئے شخص کے چہرے کا رنگ شرمندگی اور خوف سے تبدیل ہوگیا۔ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔ آپؑ کی طرف دیکھنے لگا اور آپ کا ہاتھ چومنے لگا۔ میرے آقا و مولا مجھے معاف کردیں۔ میں نے آپؑ کو نہیں پہچانا۔ آپ کے ہاتھ سے وہ کپڑا لینے کی کوشش کی جس سے امامؑ اس کی کمر صاف کررہے تھے۔ لیکن امامؑ نے اجازت نہیں دی اور جب تک اس کی کمر مکمل صاف نہ ہوگئی آپ نے اپنا کام جاری رکھا۔

> ریان سوچ رہا تھا کہ خداحافظی کے موقعے پر امام سے دو چیزیں مانگوں گا ۔ ایک امامؑ کا لباس تاکہ دفن کے وقت اسے کفن کے طور پر استعمال کروں اور خدا اس لباس کے صدقے میرے گناہ معاف کردے ۔ دوسری چیز کچھ درہم

حضرت امام رضا کی سیرت کے تربیتی پہلو

سید رمیزالحسن موسوی
مدیر مجلّہ سہ ماہی نور معرفت، اسلام آباد

آسمان عصمت و امامت کے آٹھویں خورشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرت میں جو چیز بہت نمایاں نظر آتی ہے ، وہ اپنے ارد گرد رہنے والوں کے ساتھ امام کا تربیتی رویہ اور طرز معاشرت ہے۔ دوسرے معصومین علیہم السلام کی طرح حضرت امام رضا علیہ السلام نے بھی ہمیشہ اپنے تعمیری اور تربیتی رویے کے ذریعے عوام الناس کی اصلاح اور کردار سازی کی سعی فرمائی۔ آپ کی سیرت کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے ہمیشہ اپنے اصحاب یا دوسرے افراد سے جن میں آپ کے مخالفین بھی شامل تھے، ایسا رویہ اور طرز عمل اختیار فرمایا جس کے اس شخص کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ یہاں آپ کی سیرت سے چند ایسے اقتباسات پیش کرنے کی سعی کی جائے گی جن میں تعمیری اور تربیتی پہلو بہت نمایاں ہے۔ ان اقتباسات کو یہاں کتب سیرت و تاریخ کے حوالے سے مختلف عناوین کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ انسانیت کی تکریم

حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرت میں تمام انسانوں کو محترم سمجھا جاتا تھا، خواہ وہ خواص ہوں یا عوام۔ خصوصاً امامؑ اپنے ماتحت افراد کے ساتھ انتہائی عزت و احترام سے پیش آتے۔ امامؑ انسان کو سب سے پہلے بحیثیت انسان دیکھتے اور پھر اس کے

فردی مقام و منزلت کو دیکھتے۔ اس سلسلے میں خاص کر اپنے خادموں اور ماتحت افراد کے ساتھ امام علیہ السلام کا رویہ اور سلوک، انسانیت کی معراج سمجھا جاتاہے۔ امام علیہ السلام نے کسی شخص کو نسل اور قومیت کی بناپر احترام نہیں دیا، بلکہ ہمیشہ اُسے انسانی نظر سے دیکھاہے اور ان کی تحقیر اور پست سمجھنے اور ان کی توہین کرنے سے سختی کے ساتھ پرہیز کیاہے۔ حتی سیاہ اور حبشی غلام بھی آپؑ کی توجہ و عنایت کے مستحق قرار پاتے تھے۔ ان سب باتوں کے اثبات کے لئے ہم سیرت امامؑ سے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

الف) غلاموں اور نوکروں کے ساتھ محسن سلوک

بلخ کا رہنے والاایک شخص کہتاہے کہ میں خراسان کے سفر کے دوران حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ ایک دن امامؑ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیااور تمام غلاموں اور ساتھیوں کے ساتھ اس پر بیٹھ گئے جن میں چند سیاہ غلام بھی تھے۔ میں نے عرض کی: میری جان آپؑ پر قربان ہو۔ ان کے لئے جدا دسترخوان بچھا دیتے! آپ نے فرمایا: خاموش ہو جاؤ! خدا ایک ہے، ہمارے ماں باپ بھی ایک ہیں اور (قیامت کے دن) اجر و ثواب بھی اعمال کی بنیاد پر ملے گا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے خادم یاسر کا کہنا ہے: جب بھی امام علیہ السلام تنہا ہوتے اور (گھر کے کاموں سے فارغ ہوتے) تو اپنے تمام چھوٹے بڑے ساتھیوں کو اپنے پاس بلا لیتے تھے۔ ان کے ساتھ باتیں کرتے اور گرم جوشی کے ساتھ پیش آتے، وہ سب بھی امامؑ کے ساتھ مانوس ہو جاتے تھے اور جب بھی دسترخوان پر بیٹھتے تو سب چھوٹے بڑوں کو آواز دیتے حتی اپنے حجام کو بھی دسترخوان پر بلا لیتے۔

یہی خادم مزید کہتاہے: امام رضا علیہ السلام نے ہمیں فرمایا: اگر میں کھانا کھانے کے دوران تمہارے سر کے اوپر آ کھڑا ہوجاؤں تو میرے لئے اس وقت تک کھڑے نہیں ہونا جب تک کھانا کھانے سے فارغ نہیں ہوجاتے۔ بعض اوقات امام علیہ السلام (کسی کام کی خاطر) ہم میں سے کسی ایک کو آواز دیتے تو اگر کہا جاتا کہ وہ کھانا کھا رہاہے تو فرماتے اُسے کھانا کھانے دو۔

امام (ع) کا ایک اور خادم نادر کہتاہے: ہم میں جو بھی کھانا کھانے میں مصروف ہوتا تو امامؑ اُسے کسی کام کے لئے نہیں لیتے تھے جب تک وہ کھانا کھانے سے فارغ نہیں جاتے۔ اس طرح امام رضا علیہ السلام اپنے غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے عملی طور پر انسانوں کے باہم برابر ہونے کا درس دیتے تھے اور اپنے پیرو کاروں کو سمجھاتے کہ ان لوگوں کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کے ساتھ سلوک اور طرز معاشرت میں ان کے انسانی احساسات اور حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اور خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ فقط خدمت اور کام کی لئے پیدا ہوئے ہیں۔

ب) عام لوگوں کے ساتھ محسن سلوک

ایک بار حضرت امام رضا علیہ السلام ایک حمام میں داخل ہوئے تو ایک شخص جو آپؑ

دوسرے معصومین علیہم السلام کی طرح حضرت امام رضا علیہ السلام نے بھی ہمیشہ اپنے تعمیری اور تربیتی رویے کے ذریعے عوام الناس کی اصلاح اور کردارسازی کی سعی فرمائی

کو نہیں جانتا تھا، کہنے لگا: میرے بدن پر کیسہ (نہانے کا مخصوص کپڑا) رگڑ دیں۔امامؑ نے اُس کے بدن پر کیسہ رگڑنا شروع کردیا۔جب اُس شخص کو بتایا گیا کہ یہ امام رضا علیہ السلام ہیں تو وہ بہت پریشان ہوا اور آپؑ سے معذرت کرنے لگا، لیکن امام علیہ السلام اُسی طرح اُس کے بدن پر کیسہ رگڑتے ہوئے اُسے تسلی دیتے رہے۔

ایک مہمان امام رضا علیہ السلام کے گھر آیا ہوا تھا، رات کا وقت تھا، امامؑ اُس کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے، اتنے میں چراغ خراب ہو گیا، اُس مہمان نے چراغ کو ٹھیک کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو امام علیہ السلام نے اُسے روک دیا اور خود چراغ کو ٹھیک کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب چراغ ٹھیک کرلیا تو فرمایا: ہم اپنے مہمان سے کام نہیں کرواتے۔

محمد بن عبیداللہ قمی کا کہنا ہے: میں حضرت امام رضا (ع) کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت مجھے بہت زیادہ پیاس لگی ہوئی تھی، میں حضرت سے پانی نہیں مانگنا چاہتا تھا، اس وقت امام علیہ السلام کے پانی سے میں نے بھی پیا ہے۔

یسع بن حمزہ کہتے ہیں: میں امام رضا علیہ السلام کی محفل میں تھا اور آپؑ سے گفتگو کررہا تھا، وہاں بہت سے لوگ موجود تھے اور امامؑ سے حلال و حرام کے بارے میں پوچھ رہے تھے، اتنے میں اس محفل میں بلند قد اور گندمی رنگ کا ایک شخص داخل ہوا۔ اس نے سلام کرنے کے بعد امام

علیہ السلام کو مخاطب ہو کر کہا: میں آپ اہل بیت علیہم السلام کے محبین میں سے ہوں، میں ابھی ہی سفر مکہ سے لوٹاہوں، راستے میں میرے پیسے گم ہو گئے ہیں لہٰذا میری مدد کریں۔ میں وطن واپس جا کر یہ پیسے آپ کی جانب سے صدقہ کردوں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، جب اکثر لوگ چلے گئے، فقط میں، دیگر افراد اور وہی سائل باقی رہ گئے تھے تو امام علیہ السلام نے ہم سے اجازت لی اور اندر تشریف لے گئے اور چند منٹ بعد واپس لوٹے اور دروازے کے پیچھے سے ہاتھ باہر نکالا اور آواز دی: وہ خراسانی شخص کہاں ہے؟ اُس نے کہا: میں یہاں ہو۔ امامؑ نے فرمایا: یہ دوسو دینار لو اور انہیں خرچ کرواوران سے برکت حاصل کرو اور میری جانب سے صدقہ بھی دواور اب یہاں سے چلے جاؤ تاکہ ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھیں۔

جب وہ شخص وہاں سے چلا گیاتو سلیمان نامی ایک شخص نے امام سے پوچھا: میں آپ پرقربان جاؤں، آپ نے بہت زیادہ بخشش کی ہےتو پھراس شخص سے اپنا چہرہ کیوں چھپایا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کیونکہ اس کی اس ضرورت پوری ہونے والی شرمندگی اور ذلت نہ دیکھوں۔ کیاتم نے نہیں سنا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص چھپا کر نیکی اور انفاق کرتا ہے اس کا یہ عمل ستر حج انجام دینے کے برابر ہے۔

ان روایات میں غور و فکر سے امام علیہ السلام کی تواضع اور فروتنی کا اندازہ لگا یا جا سکتا ہے کہ امام ایک عام مسلمان کے لئے کس قدر احترام کے قائل تھے اور ایمان جیسی نعمت کی وجہ سے ایک عام انسان، امام علیہ السلام کی نظر میں کس قدر اہمیت اور منزلت حاصل کرلیتا ہے۔ اسی طرح امامؑ ایک مہمان کے لئے اس قدر احترام کے قائل ہیں کہ اُس سےچراغ جیسی معمولی چیز کو درست کروانا بھی آداب مہمانی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان واقعات میں بیان شدہ امام رضا علیہ السلام کے طرز عمل سے ہمیں یہ درس ملتا ہے

امام علیہ السلام نے کسی شخص کو نسل اور قومیت کی بناپر احترام نہیں دیا، بلکہ ہمیشہ اُسے انسانی نظر سے دیکھا ہے اور ان کی تحقیر اور پست سمجھنے اور ان کی توہین کرنے سے سختی کے ساتھ پرہیز کیاہے

که ہم لوگوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کریں اور محتاج اور ضرورت مند افراد میں احساس کمتری پیدانہ ہو نے دیں۔

۲۔ اصحاب کی معنوی اور نفسیاتی رہنمائی

حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے اصحاب کی اخلاق و کردار پر گہری نظر رکھتے تھے اور جب بھی دیکھتے کہ اُن میں سے کوئی شخص شیطان کے جال اور نفسانی خواہشات میں گرفتار ہو نے والا ہے اپنے نصیحت آموز موعظہ اور رہنمائی سے محروم نہیں فرماتے تھے۔ یہاں اس سلسلے میں آپؑ کے سیرت کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کا کہنا ہے: امام رضا علیہ السلام نے میرے پاس ایک سواری بھیجی میں اس پر سوار ہو کر امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ مجھے وہاں رات ہو گئی۔ جب رات کا ایک حصہ گذر گیاتو امام علیہ السلام نے اُٹھتے وقت فرمایا : میرے خیال میں تم اب مدینہ نہیں لوٹ سکوگے، آج رات ہمارے پاس ہی رہ جاؤ صبح چلے جانا۔ میں نے عرض کی: میری جان آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔

اس کی بعد امامؑ نے اپنی کنیز سے فرمایا: میرا اپنا بستران (محمد بن ابی نصر) کے لئے بچھا دواور میں جس چادر میں اور جس تکیہ پر سوتا ہوں وہ بھی ان کے سپرد کردو۔

میں نےاپنے دل میں کہا: مجھے جو فخر آج کی رات حاصل ہوا ہے یہ اور کس کو حاصل ہوا ہوگا؟ اللہ تعالی نے امام رضا علیہ السلام کے نزدیک میری قدر و منزلت اس قدر بڑھادی ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ امامؑ نے اپنی سواری میرے لئے بھیجی، اپنا مخصوص بستر میرے لئے بچھا یا اور میں آپؑ کی چادر اور تکیہ پر سورہا ہوں۔ ہمارے دوستوں میں سے کسی کو بھی یہ افتخار حاصل نہیں ہوا جو آج کی رات مجھے حاصل ہوا ہے۔ اس وقت امام علیہ السلام میرے پاس تشریف فرما تھے اور میں دل میں یہ باتیں سوچ رہاتھا۔

اسی دوران امام علیہ السلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے محمد! ایک دن امیرالمؤمنین علی علیہ السلام، زید بن صوحان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ زید اس بات پرلوگوں کے سامنے فخر کر نے لگاتھا۔ کہیں تیرا نفس

بھی تجھے فخر فروشی پر نہ اُبھارے! خدا کے سامنے تواضع اختیار کرو۔ یہ فرماتے ہوئے امام علیہ السلام ہاتھوں کے سہارے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یوں امام علیہ السلام نے بزنطی کو ایک اخلاقی نصیحت کرتے ہوئے اسے فخر و غرور اور خود ستائی کے گناہ سے اور نفس کے جال میں پھنسنے سے بچالیا۔

احمد بن عمر حلبی کہتے ہیں: میں منیٰ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کی: ہمارا گھرانہ خوشی و بخشش اور نعمت سے مالامال تھا۔ اللہ نے یہ سب کچھ ہم سے لے لیا ہے۔ یہاں تک کہ اب، ہم اُن لوگوں کے محتاج ہو گئے ہیں جو کل تک ہمارے محتاج تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے احمد بن عمر! تم کس قدر اچھے حال میں ہو؟ میں نے عرض کی: میں آپؑ پر قربان جاؤں، میرا حال تو یہی ہے جو میں نے آپؑ کے سامنے بیان کردیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اس حال پر رہنا پسند کرو گے جس پر یہ جابر اور ظالم لوگ ہیں، کیا تم بھی اُن کی مانند سونے چاندی کی ڈھیر جمع کرنا پسند کروگے؟ میں نے کہا: نہیں یابن رسول اللہ! امام علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: واپس چلے جاؤ، تجھ سے بہتر کس کا حال ہے؟ تیرے ہاتھ میں وہ فن و ہنر ہے جو سونے و چاندی سے پُر دنیا کے بدلے بھی نہ بیچنا، کیا میں تجھے بشارت دوں؟ میں نے کہا: جی ہاں! اے فرزند رسولؐ اللہ، مجھے آپ کے ذریعے خوشحال کرے۔ جب انسان کے زندگی کے حالات اور معاشی حالت درست نہ ہو تو بعض اوقات وہ اپنی زندگی کے معنوی پہلوؤں اور اعلی انسانی قدروں کو فراموش کردیتا ہے۔ امام رضا علیہ السلام احمد بن عمر جیسے لوگوں کو کہ جو اپنا دنیوی سرمایہ کھو بیٹھے ہیں، ایمان، عقیدے اور اہل بیت اطہار علیہم السلام سے معنوی تعلق جیسی نعمت کی طرف متوجہ کراتی ہیں اور بتاتے ہیں کہ دین اور اہل بیتؑ کے دشمن اپنے تمام تر دنیوی مال و دولت کے باوجود جب گمراہی کی طرف جاتے ہیں تو ہر قسم کی قدر و منزلت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

تمہارے پاس ایمان و عقیدے اور اہل بیت اطہارؑ سے معنوی تعلق جیسی نعمت ہے، جس کے ہوتے ہوئے تمہیں کسی حال میں پریشان نہیں ہوناچاہیے۔ اصل یہ چیزیں ہیں نہ مادی سرمایہ۔ جس کے پاس مادی سرمایہ ہے لیکن ایمان اور اہل بیتؑ سے معنوی تعلق نہیں در حقیقت وہ رخسارے میں ہے۔ دعائے عرفہ میں اسی تعلق کے بارے میں امام حسین علیہ الیلام کی زبان مبارک سے ایک انتہائی با معنی جملہ نکلتاہے جس میں مولا فرماتے ہیں:

"ماذا وَجدَ مَنْ فقدَکَ وَما الّذِی فقدَ مَنْ وَجدَکَ ، لَقَدْ خابَ مَنْ رَضِیَ دُونَکَ بدَلًا وَلَقَدْ خَسِرَ مَنْ بَغی عَنکَ مُتَحَوّلًا"

یعنی "جس نے تجھے کھو دیاہے اس نے کس چیز کو حاصل کیاہے اور جس نے تجھے پالیا ہے، اُس نے کس چیز کو کھو یا ہے؟ جو بھی تیرے علاوہ کسی چیز پر خوش ہو گیا گویا اس نے کچھ نہیں پایا اور جس نے تجھ سے طلب نہیں کیا خسارے اور زیان میں رہا۔"

مختلف روایات سے امام (ع) کی تواضع اور فروتنی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایمان جیسی نعمت کی وجہ سے امام ایک عام انسان اور مسلمان کے لیے کس قدر احترام کے قائل تھے

ضامن آہو (ہرنی کا ضامن)

آنا حمیدی

ہرنی کا ضامن امام رضا (ع) کے مشہورترین القاب میں سے ہے۔ یہ کہانی جس طرح لوگوں کے درمیان مشہور ہوتی رہتی ہے شیعی مآخذ میں موجود نہیں، لیکن اس کہانی کی طرح، جو عام لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئی ہے، رسول اللہ (ص)، امام سجاد (ع) اور امام صادق (ع) کے معجزات میں موجود ہے۔
شیخ صدوق اخبار الرضا کی کتاب میں اس کہانی کو دوسری شکل میں سناتا ہے کہ تفضیلی جواب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بات پر توجہ کیجیئے کہ یہ کہانی امام رضا (ع) کی شہادت کے کئی برس بعد پیش آئی ہے، جس طرح پہلے کہا گیا اس کہانی

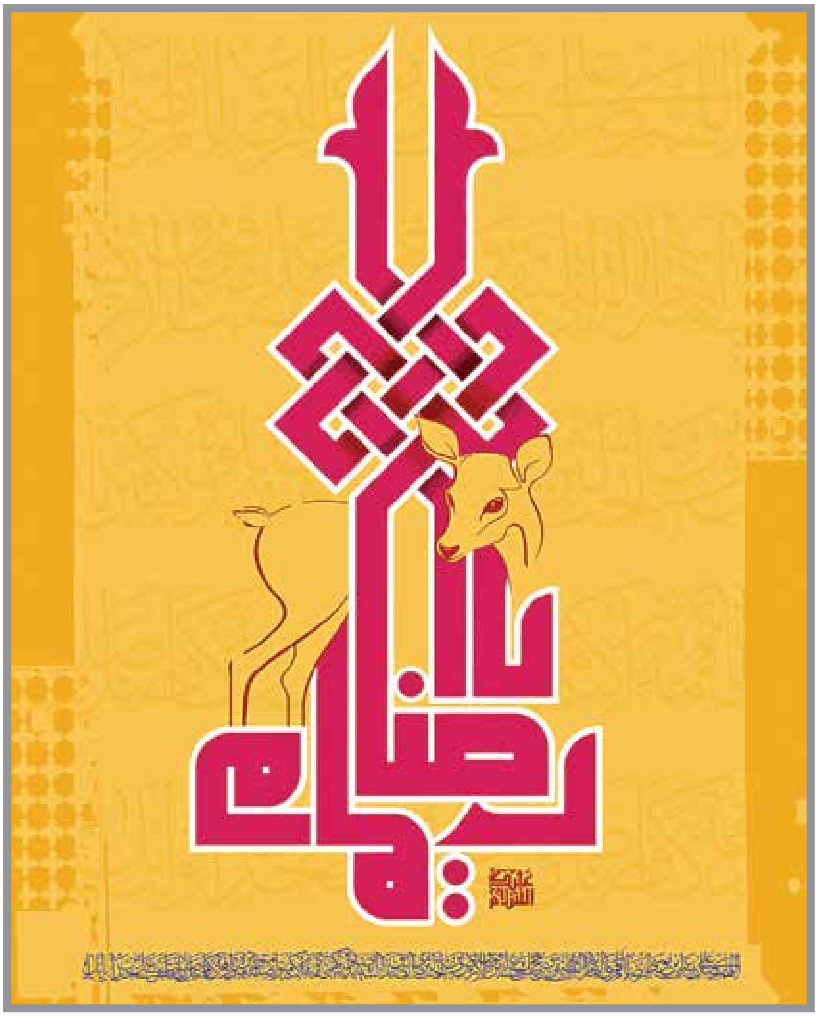

کی طرح دوسرے ائمہ اطہار ان کی حیات مبارک کے دوران میں پیش آئی ہے۔ اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ شیخ صدوق کو اس کہانی کے سنانے والے کی وثاقت پر یقین ہے

تفضیلی جواب

ہرنی کا ضامن، امام رضا (ع) کے مشہور القاب میں سے ہے۔ اس انتساب کی مشہورترین وجہ کو اور اس کی تاریخی بنیاد کو یوں سمجھتے ہیں:

شکاری بیابان میں ہرنی کے شکار کا فیصلہ کرتا ہے اور ہرنی، شکاری کو طویل مسافت تک اپنے پیچھے دوڑاتی ہے اور آخرالامر اپنے آپ کو حضرت علی بن موسی الرضا کے دامن تک پہنچاتی ہے کہ اتفاقاً اس حوالی میں موجود تھے۔ شکاری جاتا ہے تاکہ ہرنی کو پکڑے لیکن امام رضا (ع) ممانعت کرتے ہیں لیکن شکاری، ہرنی کو اپنا شکار اور اپنا شرعی حق سمجھتا ہے اس کے پکڑنے پر ضد کرتا ہے۔

امام رضا (ع) ہرنی کی قیمت سے زیادہ شکاری کو رقم دیتے ہیں تاکہ ہرنی کو آزاد کرے۔ شکاری منظور نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے میں صرف اسی ہرنی کو چاہتا ہوں کہ میرا حق ہے نہ اس کے بغیر۔۔۔ اس وقت ہرنی بات کرنے لگتی ہے اور امام (ع) سے کہتی ہے کہ مجھے دو شیر خوار بچے ہیں وہ بھوکے ہیں اور میرا انتظار کرتے ہیں تاکہ جاکر انہیں دودھ پلادوں۔ اسی لئے بھاگتی تھی اب آپ اس کے مقابل میری ضمانت کریں کہ مجھے جانے دے تاکہ میں جاکر بچوں کو دودھ پلاؤں اور واپس آکر کے اپنے آپ کو اس کی تسلیم کروں گی۔

امام رضا (ع) اس ہرنی کا ضامن ہوگیا اور خود کو گروی کے طور پر اس کے پاس رکھا۔ ہرنی چلی گئی اور جلدی سے واپس آگئی اور اپنے آپ کو شکاری کی تسلیم کی۔ شکاری جب دیکھتا ہے ہرنی نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے اس کے وجود میں انقلاب برپا ہوتا ہے اور جب اسے معلوم ہوگیا اس کی گروی علی بن موسی الرضا ہے۔ ظاہر ہے فوراً ہرنی کہ رہا کردیا۔ اور اپنے آپ کو حضرت کے پاؤں پر گراتا ہے اور معافی مانگتا ہے۔ حضرت نے بھی اسے زیادہ رقم دے دیا اور وعدہ کرتے ہیں قیامت میں اس کی شفاعت اپنے جد کے پاس کریں گے اور شکاری کو خوش کرکے روانہ کرتے ہیں۔ ہرنی کو معلوم تھا حضرت نے اسے بچایا ہے۔ اور کہا مجھے جانے دیجیئے تاکہ اپنے گھر پر اور اپنے بچوں کے پاس جاؤں۔

اس کہانی کے بارے میں کچھ باتیں قابل توجہ ہیں:

۱۔ اگرچہ یہ کہانی اسی صورت میں شیعی مآخذ موجود نہیں، لیکن اس کہانی کی طرح جو عام لوگوں کے درمیان مطرح ہے، رسول (ص) ، امام سجاد (ع) ، امام صادق (ع) کی معجزات میں موجود ہے۔

۲۔ شیخ صدوق عیون اخبار الرضا (ع) کی کتاب میں "ہرنی کا ضامن" کے بارے میں کہتا ہے: ابوالفضل محمّد بن احمد بن اسماعیل سلیطی نے کہا: حاکم رازی، ابی جعفر عتبی کا دوست، سے سنا ہے کہ کہتا تھا: ابو جعفر نے مجھے قاصد کے طور پر ابومنصور بن عبدالرزاق کے پاس بھیج دیا، بدھ کے دن کو امام رضا (ع) کی ملاقات کی درخواست کی۔ میرے جواب میں کہا جو کچھ اس مشہد کے بارے میں میرے لئے پیش آیا آپ کے لئے سناتا ہے: جوانی کے ایام میں اس مشہد کے حامیوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور راستے پر زائرین کو لوٹ مار کرتا تھا، ان کے کپڑوں، جیب خرج، چھٹیوں اور حوالہ جات کو زور سے پکڑتا تھا۔ کسی دن نہ کسی دن میں شکار کے لیے باہر نکل گیا اور یینتھر کو ہرنی کے پیچھے دوڑایا۔ یینتھر ہرنی کے پیچھے دوڑتا تھا تاکہ اچانک ہرنی نے دیوار کے کونے میں پناہ لی لیکن اس کے قریب نہیں جاتا تھا۔

جو کچھ کوشش کی کہ یینتھر ہرنی کے پاس جائے ہرنی کے قریب نہیں جاتا تھا اور اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا، لیکن جب ہرنی دیوار کے کونے سے دور ہوتا تھا یینتھر بھی اسے پیچھا کرتا تھا۔ لیکن یونہی دیوار سے پناہ لیتا ہے یینتھر واپس جاتا تھا تاکہ ہرنی اس مزار کے دیوار کے اندر داخل ہوا۔ میں کاروانسرائے کے اندر جاکر کے پوچھا: وہ ہرنی جو ابھی اندر آیا کہاں گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم نے کوئی ہرنی نہیں دیکھا ہے۔

اس وقت اسی جگہ میں گیا جو ہرنی اس کے اندر گیا تھا، اس کے پاؤں کے نشان کو دیکھا لیکن ہرنی کو نہیں دیکھا۔ اس کے بعد اللہ سے پیمان باندھا کہ کبھی زائروں کو مت ستاؤں گا اور ان سے اچھا سلوک کروں۔ اس کے بعد جب مجھے مدد کی ضرورت تھی اس مشہد سے پناہ لیتا تھا اس کی زیارت کرکے اور اللہ تعالی سے مدد مانگتا تھا اور اللہ بھی میری تمنا پوری کرتا تھا۔ میں اللہ سے چاہتا تھا کہ میرے گھر میں کوئی بیٹا پیدا ہوجائے۔ اللہ نے مجھے ایک بیٹا دے دیا وہ بچہ بالغ ہو گیا اور اس کے بعد مار ڈالا گیا؛ میں پھر بھی مشہد واپس گیا اور اللہ سے چاہا میرے گھر میں کوئی اور بیٹا پیدا ہوجائے اللہ نے دوبارہ مجھ سے ایک اور بیٹا دے دیا۔ کبھی اللہ تعالی سے درخواست نہیں کی مگر حق تعالی اسے پورا کرے اور یہ وہی چیز ہے جو اس مشہد کی برکات میں سے ہے کہ مجھ پر ظاہر ہو گیا اور میرے لیے پیش آیا۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ کہانی امام رضا (ع) کی شہادت کے کئی برس بعد پیش آئی ہے اور اس کی طرح دوسروے معصوموں کے لئے ان کی حیات مبارک کے زمان میں پیش آئی۔ اور اس بات پر بھی زور دینی ہے کہ شیخ صدوق کو یقین ہے اس کہانی کے سنانے والے نے سچ کہا ہے۔

امام رضا (ع) اس ہرنی کا ضامن ہوگیا اور خود کو گروی کے طور پر اس کے پاس رکھا۔ ہرنی چلی گئی اور جلدی سے واپس آگئی اور اپنے آپ کو شکاری کی تسلیم کی

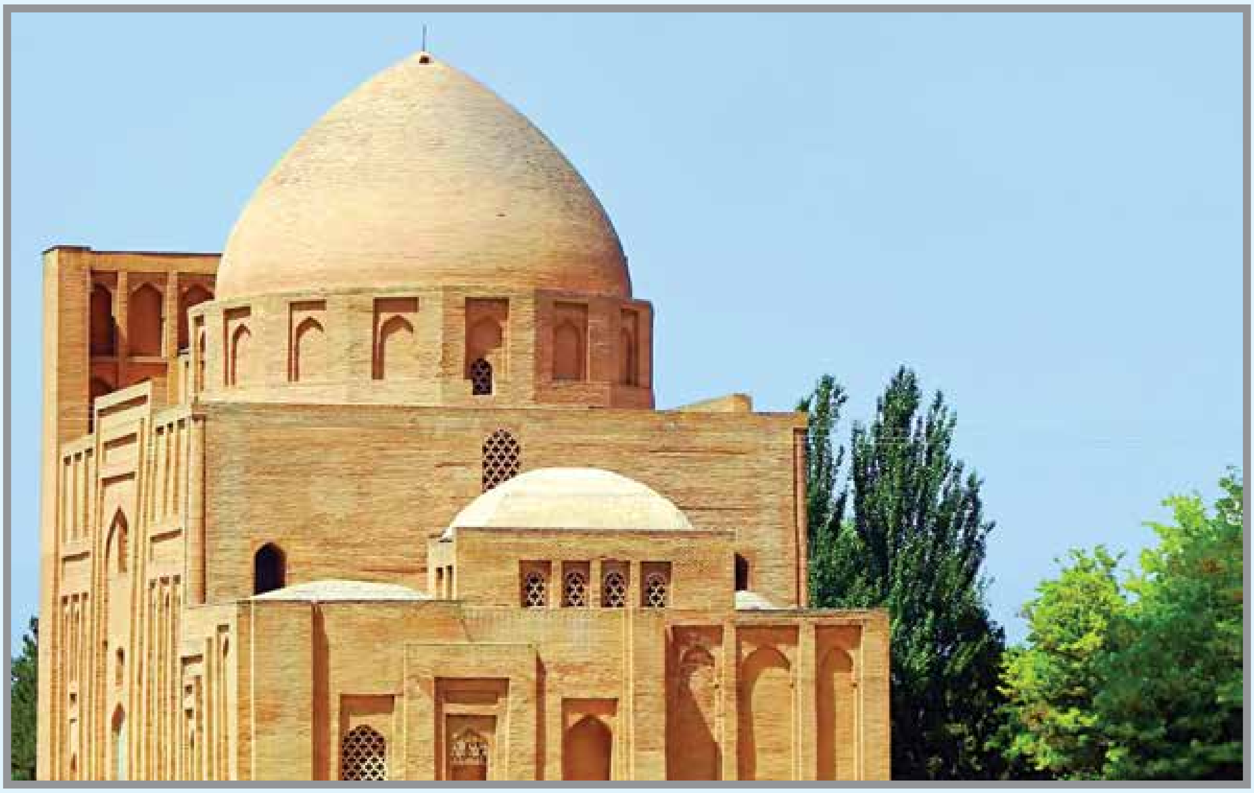

مامون کی سیاست کا اہم اصول بادشاہی بانجھ ہے

ڈاکٹر زاہد علی زاہدی
استاد علوم اسلامی، جامعہ کراچی
ڈاکٹرعباس حیدر زیدی
استاد مطالعہ پاکستان، جامعہ کراچی

بنو امیہ سے اقتدار چھیننے کے بعد بنو عباس نے بظاہر ایسی سیاست حکمت عملی اپنائی کہ جس پر آج بھی پردہ پڑا ہوا نظر آتا ہے۔تاریخ سے ان حقائق کا پتہ لگانا بظاہر مشکل نظر آتاہے لیکن اگر جانب داری سے ہٹ کر تاریخ کوپڑھاجائے تو اندازہ ہوتاہے کہ بنو عباس نے اپنی سیاسی حکمت علمی میں بظاہر رواداری اور علم دوستی کو فروغ دیا لیکن در پردہ انہیں جب بھی اپنے مخلص ساتھیوں سے اقتدار پر قبضہ کر نے کے حوالے سے خطرہ محسوس ہوا، انہیں موت کے گھاٹ اتار نے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ مامون نے بھی ایسی ہی سیاست کو فروغ دیا جس میں وہ عوام کے درمیان نیک اور عادل بادشاہ کے طور پر نظر آتا ہے لیکن درپردہ وہ اپنی حکومت کو محفوظ مضبوط بنا نے کے لئے کسی بھی قسم کی کاروائی کر نے سے دریغ کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔

اس کی سیاسی پالیسی کا اہم اصول "الملک عقیم "تھا۔ یعنی " حکومت بانجھ ہوتی ہے۔" دوسرے معنوں میں جو بھی اس کی حکومت کے خلاف بغاوت کرے، یا حکومتی امور پر ایسا غلبہ حاصل کر نے کی کوشش کرے کہ اسے اپنی حکومت خطرے میں محسوس ہوتو اسے فوراًاپنے راستے سے ہٹاد یا جائے خواہ وہ اس کی اولادہی کیوں

نہ ہو۔ اس کا دور اگرچہ علمی اعتبار سے ترقی کا دور کہلاتا ہے اور اس دور میں مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر گروہوں کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے علماء بھی مامون کے دربار میں موجود ہتے تھے لیکن مامون کی سیاست حکومت عملی یہ تھی کہ جو بھی اس کی حکومت کا مخالف ہو، اس پر کڑی نظر رکھی جائے اور اگر بغاوت کا اندیشہ ہو تو اسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ مامون نے یہ روش در اصل اپنے باپ ہارون الرشید سے ورثے میں پائی تھی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مامون کے باپ ہارون الرشید نے اپنے وزیر برمکی اور اس کے دو بیٹوں کو اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں اپنے قریب رکھا لیکن جب اسے یہ خدشہ ہوا کہ خاندان برامکہ اس کی حکومت کے خلاف بغاوت کر سکتا ہے تو اس کو تباہ و برباد کر دیا۔ اگر بنو عباس کی حکومت کے حوالے سے خاندان برامکہ کی کردار کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ برمکی خاندان نے بنو عباس کی حکومت کو مضبوط و مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ آل برمک میں برمک کا لڑکا خالد ایک داعی کی حیثیت سے بنو عباس کے خلیفہ ابو مسلم خراسانی سے مل گیا۔

اس طرح جب عباسیون کی حکومت قائم ہوئی تو اس کے پہلے خلیفہ سفاح نے خالد کو اپنا وزیر نامزد کیا۔ پھر منصور دوانیقی کے زمانے تک خالد وزارت کے عہدے پر فائز رہا۔

خالد کے بیٹے یحییٰ کی قابلیت سے متاثر ہو کر بنو عباس کی خلیفہ مہدی نے اسے ہارون الرشید کا اتالیق مقرر کیا، اس طرح یحییٰ سے ہارون الرشید کے گہرے مراسم قائم ہو گئے۔ اس نے بھی اپنی وفاداری کا ثبوت دیا، چنانچہ جب ہادی نے ہارون کو ولی عہدی سے محروم کرنا چاہا تو یحییٰ نے اسے منع کیا جس کے سبب ہادی نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

ہارون الرشید نے خلیفہ ہوتے ہی یحییٰ کو اپنا وزیر مقرر کر دیا۔ یحییٰ اور اس کے دو بیٹے فضل اور جعفر سلطنت عباسیہ کے تمام امور پر غالب آ گئے۔ جب یحییٰ بوڑھا ہو گیا تو پہلے فضل اور اس کے بعد جعفر ہارون الرشید کے وزیر مقرر ہوئے۔ ہارون الرشید نے یحییٰ کے بیٹوں سے متاثر ہو کر فضل کو اپنے بیٹوں میں سے امین کا اور جعفر کو مامون الرشید کا اتالیق مقرر کر دیا۔ ہارون کے زمانے میں آل برامکہ حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو گئے۔ رفتہ رفتہ جعفر انتظام سلطنت پر ایسا حاوی ہوا کہ ہارون الرشید بادشاہ ہونے کے باوجود اس کا وزیر معلوم ہونے لگا۔ برمکیوں کا یہی عروج بالآخر ان کے زوال کا سبب بن گیا اور ہارون الرشید نے "الملک عقیم" کی پالیسی کے تحت اپنے وزیر جعفر کو قتل کر دیا۔

اس کے ساتھ ہی یحییٰ کو اس کے بیٹے فضل سمیت قید کر دیا گیا۔ چنانچہ نظر بندی کے دوران ہی یحییٰ اور فضل کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح ہارون الرشید کے دور میں آل برامکہ زوال پذیری کا شکار ہو گئے۔ آل برامکہ کے ہارون الرشید سے شروع دور میں گہرے تعلقات اور آخری دور میں انتہائی کشیدہ تعلقات سے

مأمون کی سیاسی پالیسی کا اہم اصول "الملک عقیم" تھا۔ یعنی "حکومت بانجھ ہوتی ہے۔ یعنی جو بھی اس کی حکومت کے خلاف بغاوت کرے تو اسے فوراً اپنے راستے سے ہٹا دیا جائے

بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بنو عباس کے خلفاء کو جب بھی اپنی اقتدار سے کسی بھی شخص سے خطرہ محسوس ہوا انہوں نے اسے اپنے راستے سے ہٹانے میں دیر نہیں لگائی۔ ہارون نے اپنے بیٹے مامون کو بھی ایک موقع پر یہ بات کہی تھی کہ :

"واللہ لونازعتنی ہذالامر لاخذت الذی فیہ عیناک فان الملک عقیم"

یعنی "اللہ کی قسم مجھے حکومت اتنی پیاری ہے کہ اگر حکومت کے لئے تو بھی مجھ سے نزاع کرے تو میں تیرا سر پکڑ کر اسے بھی جدا کرنے سے دریغ نہیں کرونگا، کیونکہ (الملک عقیم)حکومت کی کسی سے رشتہ داری نہیں ہوتی۔"

اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ ذوالریاستین کومامون نے ہی قتل کرایا۔ وہ کہتے ہیں کہ :

"تمام واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ ذوالریاستین کا قتل مامون کے ایماء سے ہوا۔"

لیکن وہ اس واقعہ کو ذاتی اور ناگزیر معاملہ قرار دیتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے مامون کی طرفداری کرتے نظر آتے ہیں۔ حسن بن سہل کے بعد مامون نے احمد بن ابی داؤد کو اپنا وزیر مقرر کردیا۔ اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مامون نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے متعدد حربے استعمال کئے تا کہ اپنے ظالمانہ اقدامات کو تحفظ فراہم کیا جا سکے۔

جس سیاسی روش کو مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل اور سپہ سالار طاہر بن حسین کے لئے اختیار کیا اسی روش کو اس نے حضرت امام علی رضاؑ کے ساتھ بھی روا رکھا۔ بعض مؤرخین حضرت امام رضا کے حوالے سے مامون کی سیاسی روش کو مثبت پیرائے میں پیش کرتے ہیں۔ ان میں برصغیر کے مؤرخ علامہ شبلی نعمانی بھی شامل ہیں۔ شبلی نے اپنی کتاب "المامون" میں مامون الرشید کے تمام اقدامات کو مثبت پیرائے میں پیش کیا ہے۔

ہم یہاں حضرت امام علی رضا(ع) کی مامون کے ہاتھوں شہادت کا شبلی نعمانی کی تحقیق کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔ شبلی نے حضرت علی رضا (ع) کی ولی عہدی سے متعلق مامون کے اقدامات کو اپنی کتاب "المامون" میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں ان کا یہ نظریہ ہے کہ مامون کو باالطبع آل پیغمبر سے محبت تھی۔ چنانچہ مامون نے حضرت علی رضا (ع) کو اپنے بعد اپنا ولی عہد بنایا۔

اس نے اس ضمن میں دربار کا لباس سیاہ کے بجائے سبز قرار دیا لیکن اس حکم کی وجہ سے اہل بغداد مامون کے خلاف ہوگئے اور انھوں نے ابراہیم بن المہدی کی بیعت کرلی۔ انھوں نے اس بات کا تجزیہ نہیں کیا کہ اسے امام علی رضا (ع) کی ولی عہدی کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ وہ حضرت امام علی رضا (ع) کی شہادت سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ انگور میں زہر دیا گیا۔"

انہوں نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ :

"یہ ایک تاریخی سوال ہے کہ "حضرت علی رضا کو کس کے ایمان سے زہر دیا گیا" مگر ایک خاص فرقے نے اس واقعہ پر مذہبی رنگ چڑھایا ہے۔ شیعہ بلااستثنااس پر متفق ہیں کہ خود مامون نے زہر دلوایا۔"

انہوں نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ :"ایک مورخ نے بھی مامون پر اس الزام کو لگانے کی جرات نہیں کی ہے۔"وہ وضاحت کرتے ہیں کہ :

" مامون نے حضرت علی رضا کو ولی عہد خلافت مقرر کیا تو اس سے کوئی سازش مقصود نہ تھی، حضرت علی رضا کوئی ملکی شخص نہ تھے اور نہ اس سے حکومت عباسیہ کو کسی خطرہ کا احتمال تھا جیسا کہ شیعوں کا دعوی ہے۔"

ہمیں شبلی اس بات کے تو قائل نظر آتے ہیں کہ مامون کے ولیعہد حضرت امام علی رضا (ع) کو زہر دیا گیا لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ مامون کے اشاروں سے ان کو زہر دیا گیا۔ اپنی بات کی وضاحت میں ان سے تاریخی لحاظ سے بعض غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں۔ جیسے ان کا یہ کہنا تاریخ سے انحراف ہے کہ حضرت علی رضا(ع) نہ تو کوئی ملکی شخص تھے اور نہ ان سے حکومت عباسیہ کو کوئی خطرہ تھا۔ جبکہ خود انھوں نے تحریر کیا ہے کہ مامون نے کہا:

" نہ میں اور نہ ہی آل نبی میں آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جو استحقاق خلافت میں حضرت علی رضا کے ساتھ ہمسری کا

دعوی کرسکے۔" اگر ہم وقت نظر سے حالات و واقعات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مامون کبھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت علی رضا (ع) تک حکومت پہنچ جائے۔ اس نے خلافت حاصل کرنے کے لیے اپنے بھائی امین کو زندہ نہیں چھوڑا تھا اور بڑی مشکل سے خلافت پر قابض ہوا تھا اور اسی کے ساتھ علویوں کی مسلسل تحریکوں نے اس کی حکومت کو متزلزل کردیا تھا۔

محمد بن ابراہیم معروف بہ طباطبا جو حضرت امام حسن کے پوتوں میں سے تھے انہوں نے کوفہ میں قیام کیا، زید بن موسی جو حضرت امام علی رضا(ع) کے بھائی تھے، انہوں نے بصرہ میں تحریک شروع کی تھی۔ محمد بن جعفر جو حضرت امام جعفر صادق(ع) کے فرزند تھے، انہوں نے مکہ میں مامون کی حکومت کے خلاف قیام کیا، اسی طرح حسین بن ہرش کی سرکردگی میں علویوں کی ایک اور تحریک وجود میں آئی، چنانچہ حضرت امام علی رضا(ع) کو ولی عہد بنانے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان تحریکوں کو کچلا جاسکے۔

شبلی کا کہنا ہے کہ مامون پر حضرت علی رضا(ع) کی قتل کے الزام پر علامہ ابن اثیر نے تعجب کا اظہار فرمایاہے۔ اگر ابن اثیر کے الفاظ پر نظر ڈالی جائے تو کہتاہے کہ: "آپ کی موت کا سبب یہ تھا کہ انگور کھانے میں زیادتی ہوگئی تھی اور اچانک فوت ہوگئے۔ کہا جاتاہے کہ مامون نے انھیں انگور کے ذریعے زہر دیاہے اور علی (رضا) انگور پسند کرتے تھے اور میرے نزدیک یہ بعید ہے۔" ہمیں اس بات پر حیرت ہے کہ ابن اثیر انگور کھانے میں زیادتی کی وجہ سے اس بات کے قائل ہیں کہ آپ کی وفات ہوئی لیکن اس بات کے قائل نہیں کہ مامون نے زہر دیا۔ اس کے علاوہ ایک بات جو تقریباً تمام مورخین نے کہی ہے اور شبلی بھی اس بات کے قائل ہیں، وہ یہ ہے کہ حضرت امام رضا(ع) کو زہر دیا گیا۔

اصل بات وہی ہے جس عنوان پر یہ مقالہ لکھا گیاہے یعنی الملک عقیم ریاست بانجھ ہوتی ہے اور وہ اپنی اولاد کی بھی نہیں ہوتی وقت پڑنے پر اپنی اولاد اور اپنے بھائی کو بھی راستہ سے ہٹاسکتی ہے ایسے میں اگر مامون نے امام علی رضا(ع) کو راستے سے ہٹادیا کون سی انہونی بات ہوگئی اور شبلی یا ان کے ہمنوا کو کیوں اس پر حیرت ہوتی ہے؟

جہاں تک مامون یا اس کے باپ ہارون یا کسی اور بنی امیہ یا بنو عباس کے حکمرانوں کی علم دوستی کا تعلق ہے تو اس کے لیے ایک الگ مقالے کی ضرورت ہے جس میں یہ واضح کیاجائے گا کہ ان حکمرانوں کی علم دوستی دراصل ایک علمی و ذہنی عیاشی کے سوا کچھ نہیں تھی تاکہ معاشرے میں ان کا ایک تاثر بھی قائم رہے اور علماء کو دربار میں بلاکے انہیں درباری مزہ چکھادیاجائے اور بعدازاں ان کو اپنا ہم نوا بنالیاجائے لیکن اگر وہ انکار کریں تو ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے جو امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل یا ابن سکیت کے ساتھ کیا گیا۔

مامون کی سیاست حکومت عملی یہ تھی کہ جو بھی اس کی حکومت کا مخالف ہو تو اسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ ایک بات جو تمام مورخین نے کہی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت امام رضا(ع) کو زہر دیا گیا

حضرت امام رضا (ع) کی سیاسی زندگی کا تجزیہ رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای کی نگاہ میں

یونس رضایی عارف

بدیہی امر ہے کہ نہایت ممتاز مقام و منزلت اور معنوی اور ظاہری مناصب کے ہوتے ہوئے امام علیہ السلام کا قتل زیادہ آسان نہ تھا. شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ مأمون نے امام (ع) کو شہید کرنے سے قبل کئی دیگر اقدامات انجام دیئے ہیں اس لیے کہ شاید اس کا یہ آخری اقدام آسان ہو جائے۔مثال کے طور پر اس نے امام علیہ السلام کو شہید کرنے سے قبل بعض جھوٹی باتیں امام علیہ السلام سے منسوب کر کے لوگوں میں پھیلادیں، اور اس سلسلے میں اس نے زبردست پروپیگنڈا مہم چلائی. مرو شہر میں ایک دفعہ یہ افواہ اڑائی گئی کہ امام علیہ السلام لوگوں کو اپنا عبد و غلام سمجھتے ہیں! اور امر مسلم ہے کہ یہ افواہ اڑانا صرف حکومتی کارندوں کا کام ہو سکتا تھا اور ان کے سوا کوئی اور ایسا اقدام نہیں کر سکتا تھا۔ جب امام (ع) کے صحابی ابوالصلت نے یہ خبر امام (ع) کو پہنچائی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "خداوندا! اے آسمانوں اور زمین کے مالک! تو شاہد ہے کہ نہ میں نے اور نہ ہے میرے آباء و اجداد نے کبھی بھی ایسی بات نہیں کہی اور یہ بات بھی

ان ہی مظالم میں سے ہے جو ان لوگوں کی جانب سے ہمارے اوپر روا رکھے جاتے ہیں"۔
گو کہ مأمون علم اہل بیت (ع) سے بے خبر تھا اور مناظرین کو بلایا کرتا تھا کہ امام (ع) کو علمی مباحث میں شکست ہو، ان ہی منصوبوں میں سے ایک یہ تھا کہ مأمون نے ایسے تمام دانشوروں اور علماء کو امام (ع) کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے بلوایا جن کی کامیابی کی امیدیں بہت کم ہوا کرتی تھیں۔ جب امام علیہ السلام نے ادیان و مذاہب کے مناظرین کو شکست سے دوچار کیا اور آپ (ع) کے علم و دانش اور برہان قاطع کا چرچا ہوا تو مأمون نے علم کلام اور مشہور ترین مناظرین اور بحث و جدال کے ماہرین کو امام (ع) کے ساتھ مناظروں کے لئے بلانا شروع کیا تا کہ کوئی تو امام (ع) کو قائل کرلے!۔ مگر اس کا یہ مقصد پورا نہ ہوا اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں یہ مناظرات جتنے عرصے تک جاری رہے امام کی علمی قوت ظاہر اور مزید آشکار ہوتی گئی اور مأمون اس حربے کے اثرات سے ناامید تر۔
آخر کار مأمون کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ امام علیہ السلام کو بلاواسطہ طور پر اپنے ہاتھوں سے مسموم کردے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور سنہ ۲۰۳ ہجری کے ماہ صفر میں)مدینہ سے بلوانے کے تقریبا دو سال بعد اور آپ (ع) کو ولایت عہدی کا منصب سونپنے سے تقریبا ایک سال بعد) اس عظیم اور تاریخی جرم کا ارتکاب کیا اور اپنے ہاتھ امام علیہ السلام کے خون سے رنگ دیئے۔
تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ امام (ع) کی نئی حالت ان کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوئی اور دشوار گذار پہاڑوں اور دور افتادہ علاقوں تک محدود ہونے والے انقلابی جو نہایت مشقت بھری زندگی گذارنے پر مجبور تھے، امام علیہ السلام کی پشت پناہی کی وجہ سے قابل احترام ٹھہرے اور حکومت کے کارگزاروں نے بھی مختلف شہروں میں انہیں احترام کی نظر سے دیکھا. مأمون نہ صرف امام علیہ السلام کو اپنے پاس بلانے کی وجہ سے شیعہ مخالفین کا اعتماد حاصل نہیں کرسکا تھا اور ان کی تند و تیز زبانوں کو اپنے اور اپنی خلافت کے خلاف بولنے سے روک نہیں سکا تھا بلکہ حتی علی بن موسی الرضا (ع) کا وجود ان کی حوصلہ افزائی اور امان و اطمینان کا سرمایہ بن چکا تھا۔
جب امام علیہ السلام کو مدینہ سے خراسان بلوایا گیا، تو آپ (ع) نے مدینہ والوں کو مأمون کے حوالے سے اپنی منفی نگاہ سے آگاہ کیا اور امام (ع) کے ارد گرد موجود افراد نے یقین کرلیا کہ امام رضا علیہ السلام کو وطن سے دور کرنے کے سلسلے میں مأمون کا ارادہ بدنیتی پر مبنی ہے۔آپ (ع) نے رسول خدا (ص) کے حرم سے وداع کرتے وقت، اہل خاندان سے وداع کرتے وقت، مدینہ سے نکلتے وقت، طواف کعبہ کے وقت جو آپ (ع) نے بعنوان طواف وداع انجام دیا، قول و فعل کے ذریعے، دعا اور اشک و آہ کی زبانی سب پر ثابت کیا کہ یہ سفر موت کا سفر ہے اور اس سفر سے زندہ لوٹ کر آنے کی کوئی امید نہیں ہے۔

مأمون نے امام (ع)کو شہید کرنے سے قبل کئی دیگر اقدامات انجام دیئے ہیں اس لیے کہ شاید اس کا یہ آخری اقدام آسان ہوجائے

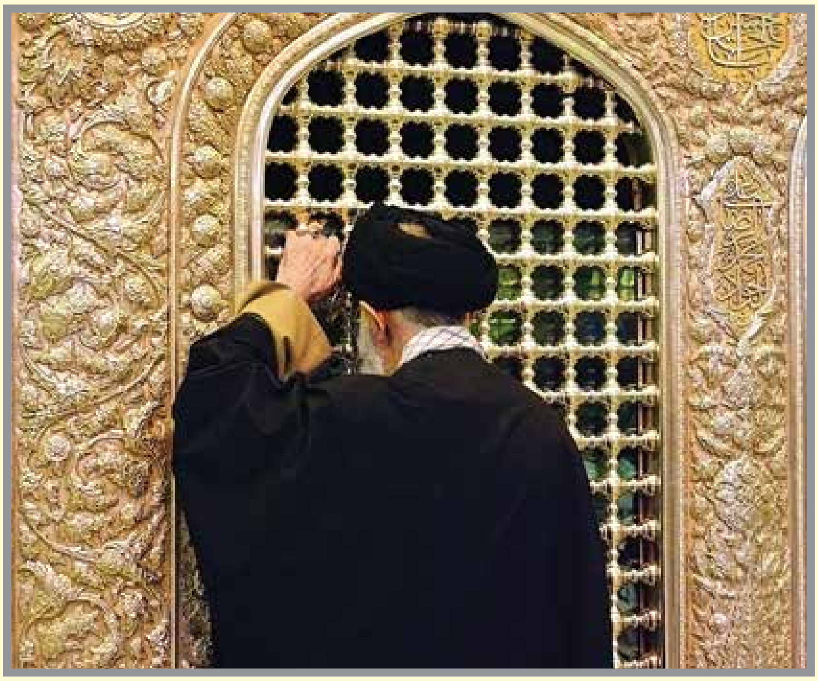

جب مأمون کے دارالحکومت شہر مرو میں مأمون نے ولایت عہدی کی تجویز پیش کی تو امام (ع) نے یہ عہدہ قبول کرنے سے سختی سے انکار کیا اور جب تک مأمون نے آپ (ع) کو قتل کی دھمکی نہیں دی تھی امام نے یہ منصب قبول نہیں کیا تھا.

یہ بات سب تک پہنچ گئی تھی کہ امام علیہ السلام نے مأمون کی جانب سے ابتداء میں خلافت کی پیشکش اور بعد میں ولی عہدی کی پیشکش ٹھکرادی ہے۔حقیقت کچھ یوں تھی کہ سرکاری اہلکاروں کو مأمون کی چالوں کا علم نہیں تھا چنانچہ انہوں نے امام (ع) کے انکار کی خبر علاقے میں پھیلادی حتی مأمون کے وزیر "فضل بن سہل" نے سرکاری اہلکاروں کے ایک گروہ سے کہا کہ "میں نے آج تک خلافت کا عہدہ اتنا خوار و بے مقدار نہیں دیکھا تھا کہ امیرالمؤمنین (مأمون) علی بن موسی الرضا کو اس عہدے کی پیشکش کررہے ہیں اور علی بن موسی اس پیشکش کو مسترد کررہے ہیں!!.

چوتھا مقصد یہ تھا کہ امام علیہ السلام جو ایک عوامی شخصیت، لوگوں کا قبلۂ امید اور سوالات و شکایات کا مرجع تھے، ان کو حکومت کی نگرانی میں لایا جائے اور رفتہ رفتہ ان کا عوامی چہرہ مخدوش کیا جائے۔

پانچواں مقصد یہ تھا کہ مأمون امام (ع) کو ولی عہد بنا کر اپنے لیے معنوی اور روحانی لبادہ تیار کرنا چاہتا تھا. فطری امر تھا کہ اس وقت کی دنیا میں لوگ اس کی تعریف و تمجید کرتے جس نے پیغمبر خدا (ص) کے ایک فرزند اور ایک مقدس اور معنوی شخصیت کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو اس منصب سے محروم رکھا تھا۔

مأمون کا چھٹا مقصد یہ تھا کہ اس کے اپنے خیال میں، امام (ع) ولی عہد بن کر اس کی خلافت کی توجیہ کرنے اور اس کا دفاع کرنے والی شخصیت میں تبدیل ہوجاتے۔امرِ مسلم ہے کہ اگر علم و تقوی کے لحاظ سے امام رضا (ع) کے رتبے کی کوئی شخصیت جو عوام کی نظر میں رسول خدا(ص) کے فرزند کی حیثیت سے بے مثال حرمت وآبرو کے مالک تھے، حکومت وقت کے دور میں رونما والے حوادث اور واقعات کی توجیہ کرنے لگتی تو کوئی بھی مخالف صدا اس حکومت کی شرعی اور قانونی حیثیت کو مخدوش کرنے کے قابل نہ رہتی. یہی وہ ناقابل تسخیر حصار تھا جو خلافت کی خطاوں اور خلیفہ بھونڈے اعمال کو آنکھوں سے پوشیدہ رکھ سکتا تھا.

اس سیاسی چال کے مدمقابل امام علیہ السلام کی تدبیریں اور پالیسیاں:

حضرت امام رضا (ع) اور ائمہ طاہرین کی زندگی کے جس اہم ترین پہلو کی طرف شائستہ انداز میں توجہ نہیں ہوئی ہے وہ ان کے "شدید سیاسی جدوجہد" کا عنصر ہے۔ پہلی صدی ہجری کی ابتدا ہی میں "اسلامی خلافت"، "سلطنت اور ملوکیت" کے سانچوں میں ڈھل گئی اور اسلامی امامت جابرانہ بادشاہت میں تبدیل ہوئی. ائمۂ طاہرین علیہم السلام نے سیاسی حالات کے تناسب سے ہی اپنی سیاسی

جدوجہد کو شدت بخشی. اس جدوجہد کا اہم ترین اور بنیادی مقصد اسلامی نظام اور امامت کے اصول پر مبنی حکومت کی تاسیس تھا.
تاریخ، ہارون عباسی کے دور میں امام رضا (ع) کی دس سالہ زندگی اور اس کے بعد خراسان میں مأمون اور بغداد میں امین کے درمیان ہونے والی پانچ سالہ لڑائیوں کے بارے میں ہمیں کوئی خاص بات نہیں بتا سکی ہے؛ لیکن تدبر و تفکر کے ذریعے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام اس پندرہ سالہ عرصے میں اہل بیت (ع) کی اسی طویل المدت جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے تھے جو عاشورا کے بعد شروع ہوئی تھی اور ان ہی اہداف کے حصول کے لئے کوشاں تھے - اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اختصار کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کے واقعے پر روشنی ڈالی جائے:
اس واقعے میں امام ہشتم علی بن موسی الرضا علیہ السلام ایک عظیم تاریخی تجربے سے گذرے اور آپ کو ایک خفیہ سیاسی جنگ کا سامنا کرنا پڑا جس میں کامیابی یا ناکامی تشیع کی مقدر کی ترسیم میں مؤثر ہوسکتی تھی. مأمون امام ہشتم (ع) کو خراسان بلوا کر کئی اہم اہداف حاصل کرنا چاہتا تھا:
سب سے پہلا اور سب سے اہم مقصد یہ تھا کہ اہل تشیع کی تند و تیز اور انقلابی سیاسی جدوجہد کو ایک پر امن اور بے خطر سیاسی سر گرمیوں میں تبدیل کیا جائے- دو اہم خصوصیات والی یہ جدوجہد خلافت کی بساط لپیٹنے میں اہم کردار ادا کررہی تھی اور وہ دو خصوصیات "مظلومیت" اور "تقدس" سے عبارت تھیں- مأمون اس اقدام کے ذریعے اہل تشیع کی جدوجہد کو ان دو مؤثر خصوصیات سے خالی کرنا چاہتا تھا- کیونکہ جن لوگوں کا قائد وقت کے مطلق العنان بادشاہ کا ولی عہد ہو وہ لوگ مظلوم یا مقدس نہیں ہوتے-
مأمون کا دوسرا مقصد اہل تشیع کے اس اعتقاد کو غلط ظاہر کرنا تھا کہ اموی اور عباسی خلافتیں شرعی اور قانونی حیثیت نہیں رکھتیں اور اس طرح و ان دو خلافتوں کو قانونی حیثیت دینا چاہتا تھا.
تیسرا مقصد امام (ع) کو اپنے اداروں کے قابو میں لانا چاہتا تھا کیوں کہ امام (ع) ہر قسم کی جدوجہد اور حکومت کی مخالفت کا محور سمجھے جاتے تھے اور اگر امام (ع) ان کے قابو میں آتے تو سر کردہ علوی رہنماء انقلابی افراد اور جنگجو مجاہدین بھی حکومت کے قابو میں آسکتے تھے-
سنہ ۱۹۸۴ء بمطابق ۱۳۶۳ ھ-ش رہبر معظم انقلاب اسلامی آیت اللہ امام خامنہ ای نے (جو اس وقت اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر تھے) مشہد مقدس میں منعقد ہونے والی عالمی امام رضا (ع) کانگریس کے لیے ایک تاریخی پیغام لکھا جس میں آپ نے امام رضا (ع) کی سیاسی زندگی کا تجزیہ پیش کیا ہے جسے خلاصہ کر کے اردو قارئین کے لیے پیش کرتے ہیں-
علی بن موسی الرضا علیہ السلام نے ولایت عہدی کی پیشکش قبول کرلی اور شرط یہ رکھی کہ حکومت کے کسی بھی مسئلے میں مداخلت

سنہ ۱۹۸۴ء رہبر معظم مشہد مقدس میں منعقد ہونے والی عالمی امام رضا (ع)کانگریس کے لیے ایک تاریخی پیغام لکھا جس میں آپ نے امام رضا(ع) کی سیاسی زندگی کا تجزیہ پیش کیا ہے

نہیں کریں گے؛ جنگ و صلح اور تقرری اور معزولی جیسے مسائل میں کوئی حکم نہیں دیں گے اور کوئی فیصلہ نہیں کریں گے اور مأمون جو تصور کرتا تھا کہ یہ شرط ابتدائی مرحلے میں قابل برداشت ہے اور وہ رفتہ رفتہ امام (ع) کو سلطنت کے امور میں داخل کردے گا یہ شرط قبول کرنے پر آمادہ ہوا. ظاہر ہے کہ اگر یہ شرط باقی رہتی تو مأمون کا منصوبہ خاک میں مل جاتا اور اس کے بیشتر اہداف و مقاصد حاصل نہ ہوتے۔

گو کہ مأمون کی پسند یہ تھی کہ امام (ع) لوگوں سے الگ تھلگ رہیں اور وہ جدائی کا حربہ امام (ع) اور عوام کے درمیان عقیدت و محبت کا رشتہ اور مسلمانوں کی جذباتی وابستگی کے خاتمے کے لئے چاہتا تھا، مگر امام (ع) دستیاب مواقع سے استفادہ کرتے ہوئے لوگوں کے پاس پہنچ جاتے تھے اور گو کہ مأمون نے مدینہ سے خراسان تک امام کے سفر کا راستہ نہایت محتاطانہ منصوبے کے تحت مقرر کیا تھا تا کہ محبت اہل بیت (ع) کے حوالے سے معروف شہر جیسے کوفہ اور قم سے آپ (ع) کا گذر نہ ہو مگر امام (ع) نے اسی مقررہ راستے پر لوگوں سے نیا تعلق جوڑنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا. آپ (ع) نے شہر اہواز میں امامت کی علامتیں لوگوں کو دکھائیں اور بصرہ میں ان دلوں کی محبت حاصل کی جو اہل بیت (ع) کے لئے نامہربان تھے، نیشابور میں حدیث سلسلۃالذہب کو ہمیشہ کے لئے یادگار بنایا اور کئی معجز نما نشانیاں لوگوں کو دکھائیں اور اس طویل سفر کے دوران لوگوں کی ہدایت کو اپنا مطمع نظر قرار دیا، مرو شہر میں بھی جب موقع پایا حکومت وقت کے حصاروں کو توڑ کر عوامی اجتماعات میں حاضر ہوتے رہے

مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ اور دیگر اہم اسلامی بلاد میں امام علی بن موسی الرضا (ع) پر نہ صرف حرص دنیا اور شوق اقتدار و منصب کا الزام نہیں لگا تھا اور آپ کا (ع) کا نام بے رونق نہیں ہوا تھا بلکہ آپ (ع) کی معنوی عزت پر ظاہری حشمت کا بھی اضافہ ہوا تھا اور مداحوں کی زبان دسیوں برس خاموشی کے بعد آپ (ع) اور آپ (ع) کے مظلوم و معصوم آباء و اجداد کی مدح سرائی میں برملا بولنے لگے تھے. مختصر یہ کہ مأمون اس عظیم کھیل میں نہ صرف کوئی منفعت حاصل نہیں کرسکا ہے بلکہ بہت سے چیزیں کھو گیا ہے اور قریب ہے کہ وہ باقی چیزیں بھی رفتہ رفتہ کھو دے. یہیں سے مأمون نے شدت سے شکست اور نقصان محسوس کیا اور اس نے اپنی اس عظیم غلطی کی تلافی کے لئے نئے اقدام کا ارادہ کیا. اس نے دیکھا کہ اتنی بڑی سرمایہ کرنے کے باوجود اسے کچھ حاصل نہیں ہوا بلکہ اس کی سلطنت مزید خطرات میں گھر گئی ہے؛ چنانچہ اس نے اپنے صلح ناپذیر دشمنوں یعنی ائمۂ اہل بیت علیہم السلام ۔ کے خلاف اسی حربے سے استفادہ کیا جو اس کے ظالم و فاجر اسلاف نے استعمال کیا تھا یعنی قتل کا حربہ۔

مگر ان حالات سے امام علیہ السلام نے جو فائدہ اٹھایا وہ ان تمام مسائل سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ امام (ع) نے ولایت عہدی کا منصب قبول کرکے ایک ایسا اقدام کیا جو سنہ ۴۰ ہجری میں اہل بیت (ع) کی خلافت کے خاتمے کے بعد ائمۂ طاہرین (ع) کی حیات طیبہ تک اور حتی سلسلۂ خلافت کے خاتمے تک بے مثال تھا اور وہ اقدام یہ تھا کہ آپ (ع) نے اسلامی قلمرو کی وسعتوں میں شیعہ امامت کا مدعا آشکار کردیا اور تقیہ کے دبیز پردوں کو چاک کرکے تشیع کا پیغام تمام مسلمانوں تک پہنچایا. خلافت کا بلند منبر آپ (ع) کے ہاتھ آگیا تھا اور امام (ع) نے اس منبر سے استفادہ کرکے ان حقائق کو آشکار کردیا جو ائمۂ طاہرین ۱۵۰ برسوں تک تقیہ کے پس پردہ خاص افراد اور اصحاب و انصار کے سوا کسی کے سامنے بیان نہیں کرسکے تھے. آپ نے یہ صدا باآواز بلند اٹھائی اور اس دور کے موجود وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کی ساعت کو صدائے حق سے روشناس کردیا۔

WWW.ITF.ORG.IR

WELCOME TO CYBER SPACE

www.albadee.net / www.islamiclife.com / www.toonsonline.net / www.arabictoons.com
www.imam-khomeini.com / www.al-hooda.com / www.al-tahirah.com / www.echoofislam.com
www.al-aalam.com / www.al-wahdah.com / www.irannovin.info / www.irantoday.info
www.thaqafatuna.com / www.mahjubah.com / www.panoramaislamico.ir
www.lemessage.ir / www.zamzam-mag.com / www.itfjournals.com